قرآن و سنّت کے دلائل کی روشنی میں

# مسئلہ ایصالِ ثواب

تالیف:
مفتی غلام سرور قادری
مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان

اشاعۃ القرآن (پبلی کیشنز رجسٹرڈ)
۴- جلال بلڈنگ ○ الکریم مارکیٹ ○ اردو بازار- لاہور
فون: 7242232

# مسئلہ ایصالِ ثواب

## قرآن و سنّت کے دلائل کی روشنی میں

تالیف:
مفتی غلام سرور قادری
مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان

اشاعۃ القرآن (پبلی کیشنز رجسٹرڈ)
۴-جلال بلڈنگ ○ الکریم مارکیٹ ○ اردو بازار-لاہور

نام کتاب ——— ایصال ثواب

مولف ——— مفتی غلام سرور قادری

کمپوزنگ ——— یونیک گرافکس الفضل مارکیٹ اردو بازار' لاہ

تاریخ اشاعت ——— جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ / نومبر ۱۹۹۵ء

مطبع ———

ناشر ———

تعداد ———

پروف ریڈرز ——— سید فیصل ہاشمی

## ملنے کے پتے

۱- اشاعۃ القرآن پبلی کیشنز

۴ جلال بلڈنگ الکریم مارکیٹ اردو بازار' لاہور

۲- ماڈل ٹاؤن بک سنٹر

سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن' لاہور

# فہرست مضامین




| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ابتدائیہ | ۱۰ |
| ۲ | مسئلہ ایصال ثواب | ۱۱ |
| ۳ | دلائل اربعہ | ۱۱ |
| ۴ | بدنی اور مالی عبادت | ۱۱ |
| ۵ | ایصال ثواب کی شرعی حیثیت | ۱۱ |
| ۶ | منکرین ایصال ثواب | ۱۲ |
| ۷ | منکرین کے اعتراضات | ۱۳ |
| ۸ | دو اعتراض و جواب | ۱۳ |
| ۹ | قبر میں توبہ | ۱۷ |
| ۱۰ | قرآن خوانی اجماعی مسئلہ ہے | ۱۷ |
| ۱۱ | قبر پر تلاوت | ۱۸ |
| ۱۲ | ساٹھ پیغمبروں کا ثواب | ۱۹ |
| ۱۳ | قبر والے تلاوت سنتے ہیں | ۲۰ |
| ۱۴ | قیام میلاد شریف | ۲۱ |
| ۱۵ | مسلمان کا حق | ۲۳ |
| ۱۶ | زیارت قبور عبادت ہے | ۲۴ |
| ۱۷ | ایک نکتہ | ۲۵ |
| ۱۸ | عجیب خواب | ۲۵ |
| ۱۹ | اجتماعی قرآن خوانی | ۲۶ |
| ۲۰ | عدم ثبوت عدم جواز کی دلیل نہیں | ۲۸ |

۲۱ اچھی رسم میں ساتھ دینا چاہیے ۲۹
۲۲ فوائد عبادت امام غزالیؒ ۳۰
۲۳ اہم سبق ۳۱
۲۴ روز مرگ سے ساتویں دن تک صدقہ ۳۲
۲۵ دعا و صدقہ سے میت کو نفع پہنچتا ہے ۳۳
۲۶ ایک سو افراد نماز جنازہ پڑھیں ۳۳
۲۷ مسلمان کون؟ ۳۴
۲۸ تطبیق احادیث ۳۵
۲۹ اعتراض و جواب ۳۸
۳۰ مالی صدقہ کی فضیلت ۳۸
۳۱ دعا و صدقہ ۳۹
۳۲ قرآن کی دلیل ۴۱
۳۳ میت کے لیے استغفار ۴۱
۳۴ میت کی مثال ۴۲
۳۵ صاحب قبر کی گفتگو ۴۲
۳۶ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ۴۳
۳۷ فوائد ۴۴
۳۸ نیکیوں کا نور ۴۵
۳۹ اطلاع اعمال امت ۴۶
۴۰ نیک رسم کا ثبوت ۴۸
۴۱ اجتماعی دعا کی فضیلت ۴۸
۴۲ فوائد ۵۰

۴۳ فوائد ۵۲

۴۴ ماں باپ کی طرف سے صدقہ ۵۳

۴۵ نور کا طبق ۵۴

۴۶ ام المومنین کا عمل ۵۴

۴۷ والدین کے ساتھ بھلائی ۵۵

۴۸ درود کی برکت سے اہل قبور کی نجات ۵۶

۴۹ امت مرحومہ ۵۶

۵۰ صدقہ جاریہ اچھی رسم ہے ۵۷

۵۱ صدقہ اور گرمئی قبر ۵۹

۵۲ صدقہ کیا ہے؟ ۵۹

۵۳ منکرین کے اعتراض اور جوابات ۶۱

۵۴ اللہ کا نظام عدل ۶۴

۵۵ نظام فضل ۶۵

۵۶ فضل عظیم ۶۶

۵۷ صاحب تفسیر مظہری کا تسامح ۶۸

۵۸ سوال و جواب ۶۹

۵۹ گناہ کا ذمہ دار غیر گنہگار نہیں ۷۰

۶۰ نیکیوں کا وسیلہ ۷۰

۶۱ آخری امت کی خصوصیت (ایصال ثواب) ۷۱

۶۲ لام جارہ کے بائیس معانی ۷۲

۶۳ منکرین کا تیسرا جواب ۷۲

۶۴ دین عقل کے تابع نہیں، عقل دین کے تابع ہے ۷۴

| | | |
|---|---|---|
| ۶۵ | فرمان علی کرم اللہ وجہہ | ۷۴ |
| ۶۶ | موت فناء کا نام نہیں | ۷۵ |
| ۶۷ | بے کار سوال | ۷۶ |
| ۶۸ | تقدیر کی قسمیں | ۷۸ |
| ۶۹ | چوتھا اعتراض | ۷۹ |
| ۷۰ | تشبہ | ۸۱ |
| ۷۱ | تشبہ میں قصد شرط ہے | ۸۱ |
| ۷۲ | ساتواں و جمعرات | ۸۲ |
| ۷۳ | سید الشہداء سیدنا حمزہؓ کا ایصال ثواب | ۸۲ |
| ۷۴ | ایصال ثواب کی نیت سے کھانا پکانا | ۸۳ |
| ۷۵ | نیک کاموں کی رسم | ۸۴ |
| ۷۶ | رسم میلاد | ۸۶ |
| ۷۷ | اتمام حجت | ۸۷ |
| ۷۸ | وصیت اعلیٰ حضرت | ۸۸ |
| ۷۹ | پانچواں اعتراض (تعیین ایام) | ۸۸ |
| ۸۰ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کے لیے دن مقرر فرمایا | ۹۰ |
| ۸۱ | امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۹۲ |
| ۸۲ | مردے ثواب کے ضرورت مند ہیں | ۹۲ |
| ۸۳ | تعیین ایام پر اجماع صحابہ کرامؓ | ۹۲ |
| ۸۴ | انکار تعیین ایام گمراہی ہے | ۹۳ |
| ۸۵ | شرح صرف حدیث کا نام نہیں، گنگوہی | ۹۳ |
| ۸۶ | تعیین ایام پر اعتراض لغو و بے بنیاد ہے | ۹۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۸۷ | کیا معترض کے اکابر اہل سنت ہیں؟ | ۹۴ |
| ۸۸ | تعیین ایام پر اعلیٰ حضرت کا فتویٰ | ۹۵ |
| ۸۹ | شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ | ۹۶ |
| ۹۰ | فوائد | ۹۷ |
| ۹۱ | مروجہ فاتحہ باجماع خوب ہے | ۹۷ |
| ۹۲ | فاتحہ کا کھانا تبرک ہے (خواہ غنی کھائے) | ۹۸ |
| ۹۳ | وضاحت ضروری اور تعیین ایام | ۹۹ |
| ۹۴ | شاہ عبدالعزیز دہلوی کا فتویٰ | ۱۰۰ |
| ۹۵ | شاہ رفیع الدین کا فتویٰ | ۱۰۰ |
| ۹۶ | ایصال ثواب کے لیے اعلیٰ حضرت کی ہدایات | ۱۰۲ |
| ۹۷ | تیجہ وغیرہ جائز و مستحب ہے | ۱۰۳ |
| ۹۸ | کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز | ۱۰۴ |
| ۹۹ | فوائد فتویٰ اعلیٰ حضرت | ۱۰۷ |
| ۱۰۰ | غوث اعظم کے نام کی بکری | ۱۰۸ |
| ۱۰۱ | تیجہ مکروہ نہیں | ۱۱۲ |
| ۱۰۲ | محقق کا نام تحقیق ہے' اندھی تقلید نہیں | ۱۱۳ |
| ۱۰۳ | دفن کے بعد دعوت عام | ۱۱۴ |
| ۱۰۴ | معترض بے بصیرت | ۱۱۴ |
| ۱۰۵ | خصوصی توجہ | ۱۱۶ |
| ۱۰۶ | کھانا سامنے رکھ کر کلام پڑھنا | ۱۱۷ |
| ۱۰۷ | تیجہ' ساتواں' دسواں اور چہلم جائز (فتویٰ اعلیٰ حضرت) | ۱۱۹ |
| ۱۰۸ | دو اچھے کام | ۱۲۳ |

۱۰۹ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ۱۲۵
۱۱۰ میت کی مروجہ رسوم منع نہیں ۱۲۶
۱۱۱ چھٹا اعتراض' جوابات ۱۲۶
۱۱۲ اہل میت کا خود کھانا پکانا ۱۲۶
۱۱۳ رضائے الٰہی کے لئے کھانا پکانا جائز ۱۳۳
۱۱۴ امام ابن قدامہ کا فتویٰ ۱۳۳
۱۱۵ اہل میت کے ہاں کھانا کھانا ۱۳۴
۱۱۶ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی ۱۳۶
۱۱۷ ایک عظیم معجزہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۶
۱۱۸ علم و نورانیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء ۱۳۷
۱۱۹ نفس مسئلہ ۱۳۷
۱۲۰ مفتی رشید احمد دیو بندی کی جرح کا جواب ۱۳۷
۱۲۱ شارحین حدیث' فقہاء کرام ۱۳۹
۱۲۲ فخر الحسن دیو بندی ۱۴۱
۱۲۳ غلط تاویلات کا رد ۱۴۲
۱۲۴ فوائد ۱۴۳
۱۲۵ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث کی رائے ۱۴۴
۱۲۶ امام علمائے دیو بند کا فرمان ۱۴۴
۱۲۷ سلطان المحدثین علی بن سلطان المکی کا فتویٰ ۱۴۵
۱۲۸ علامہ امام برہان الدین کا فتویٰ ۱۴۷
۱۲۹ حدیث جریر سے منع طعام پر استدلال غلط ہے ۱۴۸
۱۳۰ امام طحاوی کا ارشاد گرامی ۱۴۹

| | | |
|---|---|---|
| ۱۳۱ | مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمتہ | ۱۵۰ |
| ۱۳۲ | امام ابن نجیم کا فرمان | ۱۵۰ |
| ۱۳۳ | پہلی رات گزرنے سے پہلے صدقہ و خیرات دینا سنت ہے | ۱۵۱ |
| ۱۳۴ | سات دن تک صدقہ | ۱۵۲ |
| ۱۳۵ | چنوں پر کلمہ کا ثواب عظیم | ۱۵۲ |
| ۱۳۶ | شیخ اکبر کا عجیب مشاہدہ | ۱۵۲ |
| ۱۳۷ | چنوں پر کلمہ پڑھنے کا حدیث سے ثبوت | ۱۵۳ |
| ۱۳۸ | قل خوانی تیجے کی حکمت | ۱۵۵ |
| ۱۳۹ | تعزیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا | ۱۵۶ |
| ۱۴۰ | امام ابن حجر عسقلانی | ۱۵۷ |
| ۱۴۱ | شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب | ۱۵۸ |
| ۱۴۲ | مسئلہ فاتحہ مروجہ کے بارہ میں تھانوی صاحب کا فتویٰ | ۲۱۱ |
| ۱۴۳ | مسجدوں میں گھڑے رکھنے کی اصل | ۲۱۲ |
| ۱۴۴ | مجدد الف ثانی کا فرمان | ۲۱۲ |
| ۱۴۵ | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی | ۲۱۳ |
| ۱۴۶ | علمائے دیوبند کی رسم قل | ۲۱۳ |
| ۱۴۷ | علماء دیوبند کے مولانا عبدالرشید محمود گنگوہی کی قل خوانی | ۲۱۴ |
| ۱۴۸ | مولانا روم کی نیاز | ۲۱۴ |
| ۱۴۹ | رشید احمد گنگوہی کے استاذ | ۲۱۶ |
| ۱۵۰ | ضرورت مند غنی کو کھلانا | ۲۱۷ |
| ۱۵۱ | مولانا احمد علی محدث سہارنپوری | ۲۱۷ |
| ۱۵۲ | معترض کے بڑوں کے عقائد | ۱۷۰ |
| ۱۵۳ | کوئی جھگڑا نہیں | ۱۷۳ |

# ابتدائیہ

باسمہ تعالیٰ و بالصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الاعلی

مخدوم اہل سنت جناب محمد اسلم ملک کی پوتی محترم و مکرم جناب محمد شاہد ملک کی صاجزادی و عزیزم محمد راشد ملک قادری صاحب کی بھتیجی مرحمہ آمنہ بی بی رحمتہ اللہ علیھا کے انتقال کے بعد ڈیفنس کی مسجد میں مرحومہ کی قل خوانی ہوئی' جس پر وہاں کے خطیب مولوی سرفراز صاحب نے چند اعتراضات کیے' جن کے جوابات میں یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس سعی جمیل کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول بخشے اور مرحومہ آمنہ بی بی کی بخشش اور اسے راقم و مخدوم اہلسنت اور ان کے صاجزادوں کی طرف سے صدقہ جاریہ فرمائے آمین۔

# مسئلہ ایصال ثواب

مسئلہ ایصال ثواب اور وصول ثواب بلاشبہ برحق ہے۔ ایصال ثواب کا معنی ہے بدنی یا مالی عبادت کا یا دونوں عبادتوں کا ثواب کسی دوسرے شخص کو خواہ وہ اس دنیا میں ہو یا اس دنیا سے چلا گیا ہو ہدیہ کر دینا یا بخش دینا۔ اور وصول ثواب کا مطلب ہے ثواب کا اس دوسرے شخص کو پہنچ جانا۔

## دلائل اربعہ

کسی بھی مسئلہ کے ثبوت کے لئے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں' ان کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) قرآن کریم (۲) حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع (۴) قیاس۔

## بدنی اور مالی عبادت

بدنی عبادت سے مراد وہ عبادت ہے جو جسم یا جسم کے کسی عضو کے ذریعے ادا کی جائے جیسے تلاوت قرآن' کلمات طیبات' درود' نماز' روزہ' ذکر و اذکار وغیرہ۔ اور مالی عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرنا' مالی صدقہ و خیرات اور عطیات دینا۔

## ایصال ثواب کی شرعی حیثیت

ایصال ثواب کی شرعی حیثیت ایک دعا کی ہے' جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے دوسرے بندے کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میں نے اپنی اس بدنی یا مالی عبادت یا دونوں عبادتوں کا ثواب فلاں' فلاں روح کو ہدیہ کیا یا بخشا۔ یااللہ تو یہ ثواب اسے پہنچا دے خواہ یہ الفاظ زبان سے کہے یا لکھے یا دل میں اس کی نیت کرے تو اس

کے یہ کہتے یا لکھتے یا نیت کرتے ہی وہ ثواب اسے پہنچ جائے گا بشرطیکہ ثواب ہدیہ کرنے والا اور جسے ثواب ہدیہ کیا جا رہا ہے دونوں صحیح العقیدہ مسلمان ہوں۔

## منکرین ایصالِ ثواب

لیکن مخالفین اہلِ سنت ایصال ثواب کے منکر ہیں۔ کچھ تو علانیہ اور کھلا انکار کرتے ہیں اور بعض علانیہ یا کھلا انکار تو نہیں کرتے مگر طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے اس کی مخالف کرتے ہیں جیسا کہ خط لکھنے والے معترض صاحب نے اپنے خط میں ایک طرف سے اس عمل کو سراہا اور موجب ثواب ٹھہرایا مگر دوسری طرف سے اسے رسم قرار دے کر اسے قابل اعتراض بلکہ موجب گناہ ٹھہرا دیا۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

## منکرین کے اعتراضات

مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ

"آپ نے عزیزہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے جس طرح محبت اور اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر اذکار کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی "محبت کے وسیلہ جلیلہ" کے سبب اسے قبول و منظور فرمائے" (آمین)

محترمی و مکرمی! اس خط میں مندرجہ عبارت جو ایک خط (لائین) کے تحت نظر آتی ہے یہ بھی دراصل ایک مخصوص فکر (غیر سنی ذہنیت) کا مظاہرہ ہے کیونکہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرنے کی بجائے "محبت کے وسیلہ جلیلہ" سے دعا مانگی گئی ہے کیونکہ غیر سنی مذہب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما جانے کے بعد وسیلہ و واسطہ نہیں رہے اس لئے ان کے نزدیک اب آپ کی ذات اقدس کے وسیلہ سے دعا کرنا منع و ناجائز ہے۔ ہاں عمل کا وسیلہ بنانا جائز ہے۔ یعنی ان کے نزدیک انسان اپنے عمل کے وسیلہ سے دعا کرے۔ اس بناء پر مولوی صاحب نے "محبت" کو وسیلہ بنایا ہے کیونکہ محبت انسان کا اپنا فعل و عمل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے مختلف ہے اور وہابی حضرات (ہداھم اللہ) کا یہ عقیدہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے انکار قرآن و سنت اور اجماع امت سے اعراض و انحراف اور کھلی گمراہی ہے۔

۲ اوپر کی محولہ عبارت میں مولوی صاحب نے آپ کے عمل کو بہ شمول قل خوانی کے عمل کے سراہا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے وسیلہ جلیلہ سے اس کے قبول و منظور ہونے کی دعا کی ہے، اس میں ان کے نزدیک کوئی خلاف شرع

بات نہ تھی ورنہ اس کی قبولیت کی دعا نہ کرتے' کیونکہ خلاف شرع بات تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے لہٰذا اس کی قبولیت کی دعا کرنا بھی غلط ہو گا جب یہ عمل درست تھا اور اس کی قبولیت کی بھی مولوی صاحب دعا فرما رہے ہیں تو پھر آپ کو خط لکھنے کی ضرورت کیونکہ پیش آئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ اندر اندر سے انہوں نے آپ کے عمل (تلاوت' اذکار اور قل خوانی وغیرہ) کو درست نہیں سمجھا اور ان کے غیر سنی جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے' وہاں مسجد میں جو کچھ ہوا اس سے ان کی غیر سنی عقائد پر مبنی فکر کی خلاف ورزی ہوئی ہے جس سے ان کو تکلیف پہنچی۔ مسجد میں "الصلوٰۃ و السلام علیک یارسول اللہ" پڑھا گیا' غیر سنی عقیدہ اس درود کے منکر ہیں بلکہ وہ اسے شرک سمجھتے ہیں' بلکہ جہاں "یا رسول" لکھا ہوا ہو اسے مٹائے بغیر نہیں رہتے۔ لہٰذا خط میں جو دعائیہ کلمات لکھے ہیں وہ بھی مولوی کا منافقانہ طرز عمل ہے' اگر خلوص ہوتا تو اس عمل پر اعتراض کیسا جس کی قبولیت کی خود بھی دعا مانگ رہے ہیں۔

ان حضرات کے بڑے بھی سنیوں کو گمراہ کرنے کے لئے اوپر سے ان کے خیر خواہ بن جاتے تھے اور اندر اندر سے ان کے عقائد بدلنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے' مثال کے طور پر ان کے مذہب کے مجدد اور حکیم الامتہ کہلانے والے صاحب کانپور (انڈیا) کے سنیوں کے مدرسہ میں سنی بن کر چودہ سال تک مدرس رہے' میلاد شریف کی محفلوں میں شریک ہوتے رہے' جناب گنگوہی صاحب کو پتا چلا تو انہوں نے انکو سخت الفاظ میں خط لکھا اور کہا کہ تم میلاد کی محفلوں میں شریک ہوتے ہو ہم تمہیں اپنی جماعت و فرقہ سے خارج کر دیں گے تو ان صاحب نے جواب میں لکھا کہ خدا کے لئے مجھے اپنے فرقے سے خارج نہ کریں میں مصلحت کی وجہ سے محفلوں میں جاتا ہوں اور اپنے مذہب کو چھپائے ہوئے ہوں اگر ظاہر کر دوں تو مجھے نہ صرف مدرسہ سے نکال دیا جائے گا' بلکہ یہاں کے سنی بڑے سخت ہیں وہ مجھے جسمانی ایذاء پہنچانے سے بھی باز نہیں آئیں گے' پھر میرا روزگار بھی بنا ہوا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ مجبوریاں ہیں جن

کی وجہ سے میں نے اپنے عقیدہ کو چھپایا ہوا ہے اور سینوں کو یہی کہتا ہوں کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، ہمدرد ہوں، محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں، پھر وہ مجھ پر شک نہیں کرتے۔ (ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید ص ۱۱۴، ۱۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مولوی صاحب جو سنی گھروں میں بچوں کو پڑھانے جاتے ہیں یا اہل سنت کے اداروں میں ملازمت کرتے اور ان کو بڑے تپاک سے ملتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں، ان کا یہ سارا عمل ان کے پیرو مرشد والا منافقانہ طرز سے ہوتا ہے اور یہ منافقانہ طرز عمل مولوی صاحب کے خط سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ایک طرف تو آپ کے عمل کو جو بچی مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے آپ نے کیا، سراہ رہے ہیں اور اس کی تعریف کر رہے ہیں، مگر دوسری طرف اعتراضات کی بوچھاڑ بھی کر رہے ہیں۔ اس سے بڑی منافقت اور کیا ہو گی، سیدھی بات کرتے کہ جناب ملک صاحب ہم تو نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا کرنے کا خیر خواہانہ جذبہ تک نہیں رکھتے، اس لئے ہم میت کے لئے دو منٹ کی دعا تک کرنے کے روادار نہیں ہیں تو بعد کی قرآن خوانیاں، اذکار و کلمہ جات اور قل خوانیاں ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ سب کام جو آپ نے کیے، ہمارے نزدیک تو غلط ہی کیے، مگر اس طرح کھل کر اپنا عقیدہ بیان کرنا بھی ان کے مفاد کے خلاف تھا اس لئے اس معترض نے ایک طرف تو اوپر اوپر سے آپ کے اس عمل کی تعریف کر دی اور دوسری طرف گمراہ کرنے کے لئے آپ کو چھ صفحات کا خط لکھ مارا۔

ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہئے

چنانچہ امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمتہ نے اس آیت "لیس للانسان الا ماسعی" کے تحت اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ

| | |
|---|---|
| ان القراءۃ لا یصل اهداء ثوابها الی الموتی لانه لیس من عملهم ولا | بے شک قراءۃ قرآن کا ثواب جو مُردوں کو ہدیہ کیا جائے ان تک نہیں پہنچتا |

کسبھم (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۸)" کیونکہ یہ ان کا اپنا عمل اور کسب نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر چونکہ شافعی المذہب ہیں اور امام شافعی علیہ الرحمتہ اس کے قائل نہ تھے لیکن امام شافعی کے پیروکاروں میں سے بہت سے فقہاء نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمتہ کے اس خیال سے اتفاق نہیں کیا اور وہ جمہور کے ہم خیال ہو گئے۔ خود امام شافعی علیہ الرحمتہ کے شاگرد رشید امام احمد بن حنبل جو امام شافعی علیہ الرحمتہ سے پڑھتے رہے' پہلے ان سے متاثر ہو کر قراءۃ کے ثواب کے میت تک پہنچنے کا انکار فرماتے تھے' لیکن جب اس مسئلہ کی اجتہادی تحقیق فرمائی تو اس مسئلہ میں ان پر اپنے استاد امام شافعی علیہ الرحمتہ کا تسامح منکشف ہوا تو انہوں نے اپنے انکاری موقف سے رجوع فرما لیا چنانچہ علامہ احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد المصری م ۱۳۷۸ھ المعروف "الساعاتی" بلوغ الامانی شرح مسند امام احمد علیہ الرحمتہ میں لکھتے ہیں کہ

وکان رضی اللہ عنہ ینکر قبل ذلک وصول الثواب من الاحیاء للموتی فلما حدثہ بعض الثقات ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اوصی اذا دفن ان یقرء عند رأسہ فاتحۃ الکتاب و خاتمۃ سورۃ البقرۃ رجع عن ذلک (بلوغ الامانی ج ۴ ص ۱۰۵)

اس سے قبل امام احمد بن حنبل قراءت کے ثواب کے مُردوں تک پہنچنے کا انکار فرماتے تھے تو جب انہیں بعض ثقہ راویوں سے حدیث بتائی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب انہیں دفن کر دیا جائے تو ان کے سرہانے سورہ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (آخری رکوع) پڑھا جائے تو امام صاحب نے اپنے پہلے موقف سے رجوع کر لیا۔

یعنی پھر اس بات کے قائل ہو گئے کہ قراءۃ قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

## امام عز الدین بن سلام کی قبر میں توبہ

علامہ ساعاتی مصری و امام سیوطی علیہ الرحمتہ بحوالہ امام قرطبی لکھتے ہیں

(ترجمہ) امام عز الدین عبدالسلام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فتویٰ دیا کرتے تھے' میت کے لئے جو قرآن پڑھا جاتا ہے اسے اس کا ثواب نہیں ملتا۔ تو جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعض احباب نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ دنیا کی زندگی میں فرماتے تھے کہ کوئی کسی کو قراءۃ قرآن کا ثواب ہدیہ کرے تو اسے نہیں ملتا' اب کیا خیال ہے؟ فرمایا میں دنیا میں تو یہی کہتا تھا' لیکن اب اس معاملہ میں جب میں نے اللہ کا کرم دیکھا کہ قراءۃ قرآن کا ثواب جو زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے ہدیہ کیا جاتا ہے' انہیں پہنچ جاتا ہے تو میں نے اس خیال سے توبہ کر لی۔ "فقد رجعت عنه" (یہ توبہ یا رجوع معروف معنوں میں نہیں بلکہ لغوی معنوں میں ہے) (تذکرۃ القرطبی ص ۹۳' بلوغ الامانی ج ۷ ص ۱۰۵ و شرح الصدور ص ۴۱۷)

## مُردوں کے لئے قرآن خوانی و فاتحہ مسئلہ اجماعی ہے

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ

"جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ کا یہی موقف ہے کہ قرائت قرآن کا جو ثواب میت کو ہدیہ کیا جائے وہ اسے پہنچتا ہے مگر ہمارے امام شافعی آیتہ کریمہ لیس للانسان الا ماسعی کی رو سے اس کو نہیں مانتے (جب کہ دوسرے ائمہ جمہور کی طرف سے تسلی بخش جوابات دیے جا چکے ہیں) نیز جمہور ائمہ قراءۃ قرآن کے ثواب کو دعا و استغفار نماز (نفلی)' روزہ' حج' صدقہ اور غلام آزاد کرنے پر قیاس کرتے ہیں کہ جب ان تمام چیزوں کا ثواب اسے پہنچتا ہے تو قراءۃ کا بھی پہنچتا ہے' اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں جن کا مجموعہ اس موقف کو بنیادی طور پر قوت پہنچا اور اس کی

اصل بنیاد بنتا ہے اور یہ کہ

| | |
|---|---|
| ان المسلمین مازالوافی کل عصر یجتمعون و یقرء ن لموتاھم من غیر نکیر فکان ذلک اجماعا (شرح الصدور ص ۴۱۶ '۴۱۷) | مسلمان ہر زمانہ میں اکٹھے ہو کر اپنے مُردوں کیلئے بغیر کسی منکر کے انکار کہ پڑھتے چلے آئے ہیں لہذا یہ اجماعی مسئلہ ہوا۔ |

معترض کو غور کرنا چاہئے کہ امام سیوطی کیا فرما گئے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ مسلمان ہر زمانہ میں صحابہؓ سے لے کر امام سیوطی کے زمانہ یعنی دسویں صدی کے اوکل تک ہمیشہ اکٹھے ہو کر اور مل کر اپنے مُردوں کے لئے قرآن خوانی کرتے اور ان کو ثواب پہنچاتے چلے آ رہے ہیں۔

۲۔ اس پر کسی نے کبھی اعتراض نہ کیا۔

۳۔ لہذا مُردوں کے لئے دن معین کر کے اور جمع ہو کر فاتحہ و قرآن خوانی کے جواز پر تمام علماء کا اجماع ہوا اور ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا اکٹھے ہو کر میت کے لئے قرآن خوانی کرنا اور اس کا ثواب اسے ہدیہ کرنا صحیح ہے۔

معترض سے سوال ہے کہ کیا وہ مسلمان دن اور وقت کی تعیین کیے بغیر جمع ہو جاتے تھے؟

## قبر پر تلاوت

امام سیوطی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قبر پر قرآن کریم کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب صاحب قبر کو بخشے تو اس کا ثواب امام شافعی اور ان کے جملہ پیرو کاروں کے نزدیک بھی صاحب قبر کو پہنچ جاتا ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے' چنانچہ امام نووی علیہ الرحمتہ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اگر لوگ قبر پر جا کر قرآن پڑھیں تو افضل ہے۔ جیسا کہ امام خلال نے جامع میں امام شعبی سے روایت کیا کہ

كانت الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الی قبره یقرء ون له القرآن

جب انصار کے ہاں کسی کا انتقال ہوتا تو وہ اس کے لئے اسکی قبر پر جا کر قرآن پڑھتے تھے۔ (شرح الصدور ص ۴۱۸)

امام ابو القاسم سعد بن علی زنجانی اپنے فوائد میں ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص قبرستان میں گیا پھر سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد) اور سورۃ "الھٰکم التکاثر پڑھی' پھر کہا کہ میں نے جو پڑھا اس کا ثواب اس قبرستان کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدیہ کیا تو وہ سب روز قیامت اس کی شفاعت کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان والے مسلمانوں کو بخشا تو ان سب کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری اپنی کتاب "المشیخۃ" میں سلمہ بن عبید سے راوی ہیں کہ حماد مکی نے فرمایا کہ میں ایک رات مکہ کے قبرستان کی طرف گیا تو میں ایک قبر پر سر رکھ کر لیٹ گیا مجھے نیند آگئی تو میں نے خواب میں قبرستان والوں کو الگ الگ حلقوں میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ جو قبروں سے باہر نکل آئے ہو کیا قیامت قائم ہو گئی؟ انہوں نے کہا نہیں، لیکن ہمارا ایک مسلمان بھائی قبرستان سے گذرا اور اس نے سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد تا آخر) پڑھ کر اس کا ثواب ہمارے لئے ہدیہ کیا تو ایک سال سے اس کا ثواب ہم آپس میں بانٹ رہے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۴۱۸)

## ساٹھ پیغمبروں کا ثواب

حضرت انس سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب اہل قبور کو بخش دے تو اس کی برکت سے

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی قبر میں مشرق سے مغرب تک چالیس نُور داخل فرماتا ہے اور سب کی قبروں میں وسعت فرماتا ہے اور پڑھنے والے کو ساٹھ پیغمبروں جتنا ثواب دیتا ہے اور ہر میت کے عوض اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور اسے ہر میت کے عوض دس نیکیاں دیتا ہے۔ (تذکرہ قرطبی ص ۸۵)

## علم والوں کی شان

امام ثعلبی نے سیدنا ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اونچے درجہ والے وہ ہیں جو لوگوں کو قرآن و سنت اور احکام شریعت کی تعلیم دیتے ہیں جونہی دین کمزور ہوتا ہے وہ اس میں اپنے علم سے تازگی لاتے ہیں۔ (جددوہ) اس کی تجدید کرتے ہیں تم لوگ (دین کو قائم و دائم رکھنے کے لئے) ان کو دیا کرو اور ان سے کوئی دنیاوی معاوضہ نہ لیا کرو کہ اس سے ان کو حرج میں ڈالو گے۔ تو جب ایک عالم دین بچے سے کہتا ہے کہو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور وہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بچے کے لئے عالم دین اور اس کے ماں باپ کے لئے دوزخ سے برأت لکھ دیتا ہے۔ (تذکرہ امام قرطبی ۸۵)

اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ان تمام حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال خواہ کلام اللہ یا صدقہ و خیرات ہو یا دعا و استغفار ہو سب کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ (تذکرہ قرطبی ۸۵)

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں امام شافعی اور ان کے جمہور مقلدین علماء کہتے ہیں کہ قبر پر تلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے مگر دور سے نہیں لیکن جمہور ائمہ و فقہاء کے نزدیک بہر صورت پہنچتا ہے جس کے دلائل بہت ہیں بعض ہم نے اپنی اس کتاب میں بیان کر دیئے ہیں۔

## قبر والے تلاوت سنتے ہیں

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ شرح الصدور میں امام قرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

ان ثواب القراءة للقاری و للمیت ثواب الاستماع و لذلک نلحقه الرحمة قال تعالٰی "واذا قرء القران فاستمعواله و انصتو العلکم ترحمون- (الا عراف ۲۰۴ ولا یبعد فی کرم اللہ تعالٰی انہ یلحقه ثواب القراءة والاستماع معا الخ

بلاشبہ قبر پر پڑھنے والے کو جب اونچی آواز سے پڑھے قراءت کا ثواب ملتا ہے اور سننے والے صاحبِ قبر کو قرائت کے سننے کا اور اسی لئے اسے اللہ کی رحمت پہنچتی ہے' اللہ تعالٰی فرماتا ہے "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے" اور اللہ کے کرم سے دور نہیں کہ وہ صاحب قبر کو دوگنا ثواب دے قاری کی قرائت کا ثواب اس نے اس کو بخشا اور اس کے قرآن سننے کا دو ثواب اکٹھے عطا فرمائے-

الحمدللہ اس کے جہاں قبر پر قرآن پڑھنے اور ایصال ثواب کرنے کے جواز و استحباب کا مسئلہ واضح ہوا وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ اہلِ قبور سنتے ہیں-

## قیام میلاد شریف

چنانچہ امام علی بن برہان الدین الحلبی ۱۰۴۴ھ علیہ الرحمتہ اپنی مشہور سیرت کی کتاب "سیرت حلیہ" میں لکھتے ہیں

جرت عادة کثیر من الناس اذا سمعوا بذکر وضعه صلی اللہ علیه وسلم ان یقوموا تعظیما له

کہ بہت سے لوگوں کی رسم و عادت ہو گئی ہے کہ محفل میلاد شریف میں جب ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا

صلی اللہ علیہ وسلم وھذا القیام بدعة لا اصل لها ای لکن ھی بدعة حسنة لانه لیس کل بدعة مذمومة وقد قال سیدنا عمر رضی اللہ عنه فی اجتماع الناس لصلوة التراویح نعمت البدعة الخ (ج ۱ ص ۱۳۶)

ذکر سنتے ہیں تو آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ کھڑا ہونا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں لیکن یہ بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے کیونکہ ہر بدعت بری نہیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے نماز تراویح کے لئے جمع ہونے کے سلسلے میں فرمایا کہ یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد شریف میں ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کرنا امت کے عالم اور دین و پرہیز گاری میں اماموں کے پیشوا امام تقی الدین السبکی علیہ الرحمتہ سے پایا گیا اور ان کے زمانہ میں مشائخ الاسلام نے اس قیام میلاد میں ان کی پیروی کی۔ معترض صاحب غور فرمائیں کہ یہ بھی ایک رسم ہے کہ ہر سال محفل میلاد شریف کرنا اور یہ بھی رسم ہو گئی کہ محفل میلاد شریف میں جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکر چلے آپ کی تعظیم کے لئے سامعین کھڑے ہو جاتے ہیں' اس طریقہ کو ائمہ کرام عادت اور رسم سے تعبیر کر کے اسے مستحب بتا رہے ہیں۔ امام حلبی اس کے بعد لکھتے ہیں

وقد قال ابن حجر الھیتمی الحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۳۷)

کہ امام محدث بن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب اہل سنت کا اتفاق ہے

جب بدعت حسنہ کے جواز و استحباب پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہوا تو ان کی مخالفت کرنے والا اہل سنت سے نہ رہا کیونکہ اہل سنت کے اتفاق کو کسی غرض و ہوا

پرست کی مخالفت متاثر نہیں کر سکتی چنانچہ امام عبدالشکور سالمی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب تمہید شریف میں فرماتے ہیں

اما خلاف الذین خالفوا لغرضهم لا یعد خلافا (التمهید ص ۱۸۶ طبع دہلی)

جو لوگ اپنی ذاتی غرض کی وجہ سے اہل سنت کی مخالفت کریں ان کی مخالفت، مخالفت قرار نہیں پائے گی۔

یعنی اس سے اہل سنت کے اجماع میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

## ایصالِ ثواب مسلمان کا حق ہے

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انسان زبان یا اعضائے بدنیہ سے جو نیک کام کرے اسے عبادت بدنیہ کہتے ہیں اور اپنا مال خرچ کر کے جو کام کرے اسے عبادت مالیہ کہتے ہیں جیسے اللہ کی راہ میں کھانا کھلانا، روپیہ دینا، کپڑا دینا وغیرہ۔ اس میں اہل سنت کا مذہب ملاحظہ فرمائیں جیسا کہ حضرت امام برہان الدین المرغینانی اپنی مشہور کتاب ہدایہ میں فرماتے ہیں

الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوما او صدقة او غیرها عنداهل السنة و الجماعة لماروی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه ضحی بکبشین املحین احدهما عن نفسه والاخر عن امته ممن اقر بوحدانیة الله تعالیٰ و شهد له بالبلاغ (الهدایة ص ۲۷۶)

اس باب (حج عن الغیر) میں یہ قاعدہ ہے کہ (شریعت کی طرف سے) اہل سنت و جماعت کے نزدیک انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے نیک عمل کا ثواب کسی اور کے لئے کر دے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ اس حدیث کی رو سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے دو سیاہ و سفید رنگ والے مینڈھے قربانی کیے ایک اپنی طرف سے

اور دوسرا اپنی امت کے ہر اس شخص کی
طرف سے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور
آپؐ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے

الحمدللہ واضح ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ انسان اپنے عملوں اور اپنی نیکیوں کا ثواب دوسروں کو دے سکتا ہے خواہ بدنی نیکی ہو یا مالی ہو بشرطیکہ جسے ثواب بھیجا یا بخشا یا ہدیہ کیا جائے وہ مسلمان ہو۔ اس میں امام برہان الدین مرغینانی نے ایسی کوئی قید یا شرط عائد نہیں فرمائی جو معترض صاحب عائد فرما رہے ہیں کہ "اسے رسم (عادت اور طریقہ) نہ بنایا جائے" کیونکہ کسی بھی نیک کام کی رسم و عادت بری بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔

## زیارتِ قبور عبادت ہے

ہدایہ شریف کی مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں شارح بخاری امام بدر الدین محمود عینی ۸۵۵ھ اپنی مشہور کتاب "البنایہ فی شرح الھدایہ" میں لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| او غیرھا کالحج و قرائۃ القرآن و الاذکار و زیارۃ قبور الانبیاء و الشھداء و الصالحین و تکفین الموتی و جمیع انواع البر و العبادۃ الخ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج ۴ ص ۴۲۲) | (وغیرھا) جیسے حج اور قراۃ قرآن اور اذکار اور پیغمبروں، شہیدوں اور نیکوں کی قبروں کی زیارت اور وفات پانے والوں کو کفن دینا اور ان کے علاوہ تمام قسم کی نیکی اور عبادت کا ثواب کسی بھی مسلمان کو ہدیہ کیا جا سکتا ہے۔ |

عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت عام عبادت اور صالحین کی خاص، شہیدوں کی اس سے خاص، علماء کی قبروں کی زیارت اس سے بھی خاص اور انبیاء علیھم السلام کی قبروں کی زیارت اخص الخاص خاص ترین عبادت ہے کیونکہ صالحین و شہدا و علماء و

انبیاء کے مزارات شریفہ قبولیت دعا کا ذریعہ بھی ہیں۔

## ایک نکتہ

ہدایہ کی عبارت "لغیرہ" میں مردہ اور زندہ دونوں داخل ہیں یعنی اپنا ثواب کسی بھی مسلمان کو دے سکتے ہیں خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو چنانچہ اس کے بعد امام عینی لکھتے ہیں

فاذا عمل شخص ثواب ماعمل من ذلک الی اخرہ یصل الیہ و ینتفع بہ حیا کان المھدی الیہ اومیتا (البنایہ ج ۴ ص ۴۲۲)

یعنی جب کسی نے اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو ہدیہ کر دیا تو وہ ثواب دوسرے تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ پاتا ہے جسے ثواب ہدیہ کیا گیا خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو

اس کے علاوہ امام بدر الدین عینی نے حج و قراءۃ قرآن اور تمام اذکار کے علاوہ یہ بھی واضح فرما دیا کہ اہل سنت کے نزدیک پیغمبروں کی اور شہیدوں اور نیکوں کی قبروں کی زیارت بھی ثواب اور نیکی ہے اس کا ثواب بھی دوسروں کو بخش سکتے ہیں اور نیکی کے لئے چونکہ سفر کیا جا سکتا ہے لہٰذا زیارت قبور صالحین کے لئے بھی سفر کیا جا سکتا ہے نیکی کے حصول کا ذریعہ بھی نیکی میں داخل ہے لہٰذا زیارت قبور انبیا و شہداء و صالحین کے لئے سفر بھی عبادت میں شمار ہو گا۔

## عجیب خواب

شارح بخاری امام بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ "یصاد بن غالب" رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بی بی رابعہ بصریہ عدویہ عابدہ زاہدہ کو خواب میں دیکھا اور میں ان کے لئے بہت دعائیں کرتا تھا تو حضرت بی بی صاحبہ نے مجھ سے فرمایا

ھدیتک تاتینا فی اطباق من نور

تمہاری دعاوں کا ہدیہ ہمارے پاس نور کے

عليها مناديل الحرير و هكذا ياتينا دعاء الاحياء اذا دعوا لاخوانهم الموتى فاستجيب لهم يقال هذه هدية فلان اليک ممايدل على هذا ان المسلمين يجتمعون فى كل عصر و زمان و يقرءون القران و يهدون ثوابه لموتاهم و على هذا اهل الصلاح و الديانة من كل مذهب من المالكية و الشافعية وغيرهم ولا ينكر ذلک منكر فكان اجماعا- (البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۴ ص ۴۲۳)

تھالوں میں آتا ہے اس پر ریشمی رومال ہوتے ہیں اور زندوں کی دعائیں جب وہ اپنے وفات یافتہ بھائیوں کے لئے کرتے ہیں اور وہ قبول ہو جائیں ہمارے پاس اسی طرح آتی ہیں۔کہا جاتا ہے یہ تیری طرف فلاں کا ہدیہ ہے۔اور ان امور میں سے جو اس پر دلالت کرتے ہیں یہ ہے کہ مسلمان ہر عصر و ہر زمانہ میں جمع ہوتے ہیں اور اکٹھے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے وفات پانے والوں کو ہدیہ کرتے ہیں اور مالکیہ و شافعیہ وغیرھم ہر مذہب کے نیک و دین دار اسی مسلک پر چلے آ رہے ہیں اور کسی زمانہ میں کسی مذہب کا کوئی نیک و دین دار اس سے انکاری نہیں ہوتا تو اس پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہوا۔

## اجتماعی قرآن پڑھنا اجماعی مسئلہ ہے

امام بدر الدین نے جو بی بی رابعہ سے متعلق ایک بزرگ کا خواب بیان فرمایا اور اس کے بعد جو ارشاد فرمایا اس سے درج ذیل حقائق واضح ہو گئے۔

۱- بزرگوں کا خواب حق ہے۔(جب وہ شرع کے خلاف نہ ہو)

۲- بزرگوں کے لئے خواہ مرد ہوں یا عورتیں دعائیں کرنا ان سے عقیدت و محبت

کا تقاضا ہے۔

۳۔ دعائیں کرنے والوں کی دعائیں بصورت قبول' اہل قبور کو بڑے اعزاز کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

۴۔ وہ دعائیں مجسم صورت میں نور کے تھالوں میں پیش کی جاتی ہیں۔

۵۔ معلوم ہوا کہ اوصاف و معانی کا عالَم مثال میں جسم ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق سورۂ ملک کی ہماری تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

۶۔ انہیں نام لے کر بتایا جاتا ہے کہ یہ دعا یا ثواب فلاں کی طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے۔

۷۔ ہر زمانہ کے مسلمان ہمیشہ اکٹھے ہو کر وفات یافتہ لوگوں کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کراتے چلے آ رہے ہیں گویا یہ ان کی رسم ہو گئی۔

۸۔ تمام ائمہ اہل سنت بالخصوص ائمہ اربعہ کے نیک و دیانت دار لوگ وفات پانے والوں کے ایصال ثواب کے لئے اکٹھے ہونے کی رسم پر ہمیشہ عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

۹۔ ان میں سے کسی نے آج تک ایصال ثواب کے لئے اکٹھے ہونے کی رسم کا انکار نہیں کیا۔

۱۰۔ لہٰذا وفات پانے والے مسلمانوں کے ایصال ثوب کے لئے اکٹھے ہو کر قرآن پڑھنے کی رسم پر اہل سنت کا اجماع چلا آ رہا ہے۔

۱۱۔ اس کو محض            بدعت و گناہ سمجھنے والا اہل سنت سے خارج بدعتی اور گمراہ ہے۔

۱۲۔ چنانچہ اس سے آگے لکھتے ہیں کہ خلافاللمعتزلة (ج ۴ ص ۱۲۳) معتزلہ یعنی مخالفین اہل سنت جو اہل حدیثوں کی طرح اپنے آپ کو اہل توحید کہتے تھے' وہ اس نیک رسم کے منکر تھے جیسے آج ان کے نقش قدم پر چل کر وہابیوں کے دونوں

گروہ دیوبندی اور اہل حدیث کہلانے والے اس نیک رسم کا انکار کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا محدث و فقیہ اعظم اسلام رضی اللہ عنہ واضح فرمارہے ہیں کہ مرنے والوں کے لئے تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہی اور سالانہ ختم دلوانا صدقات اور خیرات کرنا سارے کام شریعت کی رو سے جائز ہیں۔ آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہیں فرمائی کہ یہ کام رضائے الٰہی کے لئے کیے جائیں اور بطور رسومات کی ادائیگی کے نہ کیے جائیں کیونکہ امام علاّم جانتے تھے کہ حدیث مذکور کی رو سے ہر اچھے کام کی رسم کا ثواب اس کے جاری کرنے والے کو ملتا ہے اور اسے مزید ان کے برابر بھی ثواب ملتا ہے جو اس اچھی رسم پر عمل کریں گے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت تو یہ فرما رہے ہیں کہ "اجتماع قرآن و طعام مقبول و مسلم است" (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۸۶) یعنی میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی اور طعام پکانا دونوں کا جمع ہونا مقبول و مسلّم ہے۔

## عدم ثبوت عدم جواز کی دلیل نہیں

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ

| | |
|---|---|
| و مجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقا مستلزم منع دانستن غلطی است واضح و جہلے است فاضح (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۸۷) | محض دلیل کے نہ ملنے سے خصوصیات (خاص خاص کام مثلاً تیجہ و دسواں چالیسواں وغیرہ) کے لئے مطلقاً مستلزم منع جاننا واضح غلطی اور شرم ناک جہل ہے۔ |

اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو خاص خاص نیک کام جیسے تیجہ وغیرہ بعض مسلمانوں میں رائج ہیں یا اسی طرح کے دوسرے نیک کام ہیں بالفرض اگر ان میں سے کسی خاص کام کی کوئی دلیل نہ بھی ہو تو ان کو مطلقاً ممنوع جاننا واضح غلطی اور شرم ناک جہالت ہے کیونکہ عدم ثبوت یا عدم دلیل عدم جواز کی دلیل نہیں ہے یعنی کسی

کام کے جائز ہونے کی دلیل نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ کام جائز ہی نہیں یا یہ کہنا کہ اس کام کی کوئی دلیل نہیں ملتی نہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ صحابہ کرامؓ نے اور نہ تابعین نے کیا لہٰذا یہ کام جائز نہیں سراسر غلط اور جہالت ہے۔

## اچھی رسم میں ساتھ دینا چاہئے

ہر جائز کام کے لئے منقول ہونا ضروری نہیں نیز ہر اچھی رسم و روایت میں لوگوں کا ساتھ دینا چاہئے چنانچہ حجتہ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں بعض اوقات قرآن کی تلاوت یا کسی اچھی بات کے سننے پر بعض اہل اللہ وجد میں آ جاتے ہیں اور کھڑے ہو جاتے ہیں اسے دیکھ کر مجمع کے لوگ بھی کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اگر صاحب وجد وجدانی حالت میں سر سے پگڑی اتارتے ہیں تو اس کے اس نیک حال و ذوق میں شرکت کے لئے حاضرین بھی اپنے سروں سے پگڑیاں اتار دیتے ہیں ایسی حالت میں کسی شخص کو ان کی مخالفت نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کا ساتھ دینا چاہئے اس کے بعد ان کے الفاظ یہ ہیں انہیں دیو بندی وغیرہ وہابی حضرات غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

ولکل قوم رسم ولا بدمن مخالفة الناس باخلاقهم کماورد فی الخبر لا سیما اذا کانت اخلاقا فیها حسن العشرة و المجاملة و تطییب القلب و المساعدة و قول القائل ان ذلک بدعة لم یکن فی الصحابة فلیس کل مایحکم باباحته منقولا عن الصحابة رضی الله عنه و انما المحذور ارتکاب بدعة

اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور لوگوں کی جائز رسومات و عادات اور طریقوں میں شرکت ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں ہے خصوصاً ان رسومات و عادات میں جن میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اچھے ہوتے ہوں اور باہمی نیک روا داری میں اضافہ ہوتا ہو اور ایک دوسرے کی مدد سے ہی دلجوئی ہوتی ہے اور کسی کا یہ کہنا کہ یہ کام بدعت

تراغم سنة ماثورة ولم ينقل النهی عن شئی من هذا (احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۰۱)

ہے یہ صحابہؓ کے زمانہ میں نہ تھا درست نہیں کیونکہ ہر وہ کام جس کو جائز کہا جائے ضروری نہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے منقول و مروی ہو ممنوع تو وہی بدعت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقولہ سنت کو مٹا دے اور یہ بات جو میں نے کی اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ممانعت منقول نہیں ہے لہٰذا یہ جائز ہے۔

## فوائد عبارت امام غزالی

حجتہ الاسلام امام محمد غزالی ۵۰۵ھ رحمتہ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل مسائل اور فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ ہر قوم کی ایک اپنی رسم و عادت ہوتی ہے یا رواج ہوتا ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے رسم و رواج اور طور و طریقوں میں شامل ہوا کرو۔ (رواہ الحام من حدیث دارمی)

۳۔ کسی رسم و رواج کو محض اس لئے ممنوع ٹھہرانا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں یا ان سے اس کا ثبوت نہیں' درست نہیں (امام صاحب نے لفظ رسم لکھا ہے' معترض صاحب اس پر غور فرمائیں جو اپنے اعتراض میں لکھ رہے ہیں کہ کسی نیک کام کو اخلاص سے کیا جائے بطور رسم کے نہ کیا جائے۔ امام غزالی کے لفظ "رسم" سے معترض صاحب کے خیال کا باطل ہونا واضح ہو

گیا۔

۴۔ ہر جائز کام کے لئے جو صحابہؓ سے منقول ہونا یا ان سے اس کا ثابت ہونا ضروری نہیں۔

۵۔ بدعت وہ ممنوع ہے جو سنت ماثورہ سے متصادم ہو وہ ممنوع نہیں جس کا ثبوت نہ ہو۔

۶۔ اس کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں

اذا لم یثبت فیہ نہی عام فلانری بہ باُ سا (احیاء ج ۲ ص ۳۰۱)

جب تک کسی کام کے بارے میں عام ممانعت نہ ہو' ہم اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں جانتے

امام صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں کہ نہی (ممانعت) بھی ایسی ہو کہ اس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو۔

ورد فیہ نہی لا یقبل التاویل (احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۰۱)

یعنی اس میں ایسی ممانعت وارد ہو جو تاویل کو قبول نہ کرے (جسے صریح ممانعت کہتے ہیں اور صریح قابلِ تاویل نہیں ہوتا)

## اہم سبق

حجتہ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمتہ کے اس فرمان میں علماء کے لئے اور مبلغین کے لئے دو اہم سبق ہیں ایک یہ کہ جب تک کسی کام سے شریعت منع نہ کرے اس سے نہ روکا جائے دوسرا یہ کہ شریعت نے جس لفظ یا صیغہ سے اس کام سے منع کیا ہو ضروری ہے کہ وہ لفظ یا صیغہ صریح ہو اور صریح اس کو کہتے ہیں جس میں کسی طرح کی تاویل یا توجیہ کا کوئی احتمال یا پہلو نہ نکلتا ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ تیسرے، دسویں، چالیسویں، چھ ماہ یا سال بعد ختم قرآن کرانا صدقہ و خیرات کرنا اس پر فاتحہ شریف پڑھ کر اسے حاضرین میں تقسیم کرنا اس طریقہ ایصال ثواب کے خلاف جناب معترض مولوی صاحب کو شریعت میں ممانعت کا ایسا کوئی صیغہ ملے تو براہ کرم اس کی نشاندہی فرمائیں ورنہ اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر صحیح العقیدہ اہل سنت میں سے ہو جائیں۔

## روز اول سے ساتویں روز تک صدقہ مستحب ہے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ ۱۰۵۲ھ اشعتہ اللمعات شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تاہفت روز و تصدق از میت نفع میکند اور ابے خلاف میان اہل علم (اشعة اللمعات ج ا ص ۷۱۷ باب زیارۃ القبور)

یہ ثواب کا کام ہے کہ کسی کے اس دنیا سے روانگی کے بعد اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کی جائے روز اول سے لے کر سات روز تک اور صدقہ میت کو نفع پہنچاتا ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں پھر فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں خصوصاً بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

## دعاو صدقہ سے میت کو نفع پہنچتا ہے

بلاشبہ زندوں کی دعا سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے یہ اہلسنت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ جیسا امام علامہ عمر بن محمد النسفی ابو حفص ۵۳۷ھ عقائد نسفیہ پھر امام علامہ سعد الدین تفتازانی ۷۹۲ھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں

| | |
|---|---|
| (وفی دعاء الاحیاء للاموات و تصدقهم) ای تصدق الاحیاء (عنهم) ای عن الاموات (نفع لهم) ای للاموات خلافا للمعتزلة (الی ان قال) ولنا ماورد فی الاحادیث الصحاح من الدعاء للاموات خصوصا فی صلوة الجنازة و قد توارثه السلف فلو لم یکن للاموات نفع فیه لما کان له معنی (شرح عقائد ۱۵۰) | زندہ لوگ جو مردوں کے لیے دعا کرتے اور ان کے ایصال ثواب کے لیے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اس سے مردوں کو نفع ہوتا ہے۔ معتزلہ اس کے منکر ہیں اور ہماری دلیل وہ حدیثیں ہیں جو صحاح میں زندوں کی مردوں کے لیے دعا کے سلسلے میں مروی ہیں خصوصا نماز جنازہ میں اور یہ سلف سے تواتر سے چلی آرہی ہے اگر زندہ کی دعا سے میت کو نفع نہ ہوتا تو نماز جنازہ بے معنی ہوتی۔ |

اس سے ایک تو یہ واضح ہوا کہ زندہ لوگ جو مردوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے لیے صدقات و خیرات کرتے ہیں اہل سنت کے نزدیک ان کی یہ رسم بلاشبہ صحیح ہے اور درست ہے اس کے منکر معتزلہ اور آج کے وہابی' یعنی دیو بندی اور اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ نماز جنازہ میں بھی تو دعا ہے اگر زندوں کی دعاؤں سے میت کو نفع نہ پہنچتا تو نماز جنازہ بے معنی ہو کر رہ جاتی۔

## جس کی نماز جنازہ ایک سو مسلمان پڑھیں وہ بخشا گیا

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما من میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الا شفعوا فیه (صحیح مسلم ج ا ص ۳۰۸)

جس مسلمان میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز جنازہ پڑھے جن کی تعداد ایک سو کو پہنچتی ہو سب کے سب اس کی بخشش کی دعا کریں تو اس کے بارے میں ان کی دعا قبول ہی کی جائے گی۔

اس کے بعد ہی دوسری حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس کا صاحبزادہ قدیہ یا عسفان کے مقام پر فوت ہو گیا تو آپ نے حضرت سے فرمایا کہ دیکھو کتنے لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ کریب کہتے ہیں میں نے نکل کر دیکھا تو کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے تو میں نے آپ کو ان کے جمع ہونے کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے سمیت ان کی تعداد چالیس ہو گی؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا اب اسے لے چلو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے

ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازته اربعون رجلا لا یشرکون باللّٰہ شیئا الا شفعهم اللّٰہ فیه

کوئی بھی مسلمان مرے اور اس کی نماز جنازہ چالیس صحیح العقیدہ مسلمان پڑھیں تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان کی دعائے بخشش قبول فرماتا ہے۔

## مسلمان کون ہیں؟

اوپر کی حدیث میں لفظ "مسلمین" اور اس کے بعد والی حدیث میں لفظ "لایشرکون باللہ" صحیح العقیدہ مسلمان مراد ہیں وہ کلمہ گو نہیں جن کے عقائد اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جملہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی شان میں بے ادبی اور توہین آمیز ہیں۔ ایسے لوگوں کی دعائے بخشش کہاں قبول ہوگی بلکہ ایک صحیح

العقیدہ سنی مسلمان کی نماز جنازہ میں ایسے لوگوں کی شمولیت ہی درست نہیں ہے۔

صحیح ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے اور لوگوں کی تعداد تھوڑی محسوس کرتے تو ان کی تین صفیں بناتے پھر فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

| | |
|---|---|
| ۳ من صلی علیہ ثلاثۃ صفوف فقد وجب (صحیح الترمذی ج ۱ ص ۱۲۲) | جس کی نماز جنازہ تین صفیں پڑھیں اس کی بخشش ہو گئی۔ |

یہ حدیث سنن ابو داود میں بھی ہے اس میں ثلاثۃ صفوف من المسلمین کا لفظ ہے یعنی جس کی نماز جنازہ مسلمانوں کی تین صفیں پڑھیں۔ لفظ اوجب' ایجاب مصدر سے ماضی معروف ہے اس کا فاعل ذلک الفعل مقدر ہے یعنی مسلمان میت پر مسلمانوں کی تین صفوں کے نماز جنازہ پڑھنے کے فعل نے اللہ پر اس کی بخشش واجب کر دی یعنی اس کی بخشش اس کے ذمہ کرم میں ہو گئی ورنہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ امام بدرالدین اس حدیث کی شرح میں امام طبری کے حوالے سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا

| | |
|---|---|
| ینبغی لاھل المیت اذا لم یخشوا علیہ التغیر ان ینتظروا بہ اجتماع قوم حتی یقوم منھم ثلاثۃ صفوف لھذا الحدیث (عمدۃ القاری ۸-۱۱۵) | اگر میت کے وارث اگر اس کے تغیر کا اندیشہ نہ کریں تو مستحب ہے کہ لوگوں کے جمع ہونے کا انتظار کریں تاکہ (بڑی) تین صفیں ہو جائیں اس حدیث کی وجہ سے |

## تطبیق احادیث ثلاثہ

ان تینوں حدیثوں میں جو اختلاف آیا ہے کہ ایک میں سو کا ذکر ہے ایک میں چالیس کا اور ایک میں تین صفوں کا جبکہ ایک صف دو شخصوں سے بھی بن جاتی ہے۔

واقل الصف ان یکون اثنین (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۶۹)

یہی وجہ ہے کہ bاکوئی نمازی آدمی اکیلا ہو تو اگلی صف میں سے ایک کو پیچھے کر کے اپنے ساتھ کھڑا کر لے تاکہ صف بن جائے۔ اس صورت میں چھ آدمیوں سے تین صفیں بن جائیں گی۔ اس اختلاف کو امام نووی نے یوں رفع کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مرنے والوں کی بخشش کے لیے اس کی نمازہ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد ایک سو بیان فرمائی پھر حضور علیہ السلام کے وسیلہ مبارک سے ان کی تعداد کم فرما کر چالیس کر دی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مزید کرم فرماتے ہوئے تین صفوں کا ارشاد فرمایا (گویا جس کی نماز جنازہ چھ صحیح العقیدہ مسلمان بھی ادا کر دیں اس کی بخشش ہو گئی۔ (صحیح مسلم شرح امام نووی ج ۱ ص ۳۰۸)

ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا کہ اگر کسی مرنے والے کے حق میں صحیح العقیدہ مسلمان اچھے تاثرات کا اظہار کریں اور اسکی اچھائی بیان کریں تو اس کی بھی بخشش ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گذرا تو صحابہ نے اس کی تعریف کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجبت وجبت وجبت کہ اس کے لیے جنت واجب ہو گئی واجب ہو گئی واجب ہو گئی پھر دوسرا جنازہ گذرا تو صحابہ نے اس کی برائی بیان کی (مرنے کے بعد کافر اور فاسق معلن اور بدعقیدہ کی برائی بیان کرنا جائز ہے تاکہ لوگ اس کے چھوڑے ہوئے برے اثرات سے بچیں) تو آپ نے فرمایا اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی۔ پھر صحابہ کرام کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا

| | |
|---|---|
| انتم شهداء الله فی الارض انتم شهداء الله فی الارض انتم شهداء | تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو تم زمین میں اللہ کے گواہ |

اللہ فی الارض (صحیح مسلم ج ا ص ۳۰۸) ہو۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ فضیلت صحابہ کرام ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر صحیح العیقدہ مومن صالح کے لیے ہے۔

"المختار انه علی عمومه و اطلاقه الخ کہ مذہب مختار یہی ہے کہ یہ حکم ہر مومن صالح کے لیے عام ہے پھر فرماتے ہیں

(ترجمہ) "کسی مسلمان کی وفات ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں یا ان کے بزرگوں کے دل میں اس مرنے والے کی تعریف و توصیف ڈال دی جسے وہ اس کے حق میں اپنی زبانوں پر لائے تو یہ چیز اسبات کی دلیل ہو گئی کہ وہ شخص جنت والوں میں سے "سواء کانت افعاله تقتضی ذلک ام لا" خواہ مرنے والے کے اعمال اس کے جنتی ہونے کا تقاضا کرتے ہوں یا نہ کیونکہ اگر کسی کے عمل اس کے جنتی ہونے کے متقاضی نہ ہوں تو وہ تو ویسے ہی مومن ہونے کی وجہ سے قابل بخشش ہے ضروری نہیں کہ اللہ اسے عذاب دے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے دل میں اس کے حق میں نیک خیال ڈالا یا جس کا انہوں نے اپنی زبانوں سے اظہار کیا تو اس سے ہمیں اسبات کی دلیل مل گئی کہ اللہ تعالیٰ اسے بخشا چاہتا ہے جبھی تو اس نے اپنے صالح بندوں سے اس کی تعریف کرائی اور اس کے قابل بخشش ہونے کی گواہی دلوائی اس سے اس کے حق میں صالحین کے اچھے کلمات کہنے کا فائدہ ظاہر ہو گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو اگر اسے اس صورت میں ہی مفید ہو کہ اس کے اعمال اچھے ہوں اور اس کے جنتی ہونے کے متقاضی ہوں پھر تو اس کے حق میں صالحین کی گواہی دینے اور اس کی تعریف کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا فائدہ بتا چکے ہیں۔"

(شرح مسلم ص ۳۰۸ ج ۱)

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض یہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں آیا ہے کہ مرنے والوں کو برا نہ کہو لیکن صحابہ کرام نے برا کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مرنے والوں کو برا کہنے سے منع فرمایا جو کافر نہ ہوں منافق نہ ہوں مرتد نہ ہوں، شریعت کی علانیہ خلاف ورزی کرنے والے نہ ہوں، بد مذہب اور غلط عقیدہ رکھنے والے نہ ہوں، اگر ایسے ہوں تو ان لوگوں کی برائی بیان کرنا حرام نہیں ہے چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں

فلا یحرم ذکرھم بالشر للتحذیر من طریقتھم ومن الاقتداء باثارھم والتخلق باخلاقھم (ج ا ص ۳۰۸)

ایسے برے لوگوں کی برائی بیان کرنا حرام و ناجائز نہیں ہے تاکہ ان کی برائی بیان کر کے لوگوں کو ان کے طریقہ اور اعمال و عقائد اور ان کی عادات کو اختیار کرنے سے ڈرایا جائے۔

غرضیکہ اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں تو کجا ان کی مبارک زبان پر میت کے حق میں نکلنے والے کلمات بھی اس کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ تو کسی کے مرنے کے بعد ایسے نیک لوگوں کا اس کے ہاں جمع ہونا، پھر قرآن و کلمات طیبات کا پڑھنا اور سورہ اخلاص تین بار پڑھنا جس سے پورے قرآن کے ختم کا ثواب ملے اور فاتحہ کا پڑھنا جسے ام القرآن کہا گیا ہے اور مالی صدقات کھانا وغیرہ جیسے ہدایہ و عینی کے حوالہ سے گزرا ہے اس کے ساتھ شامل کر لیا گیا تاکہ میت کو ہر قسم کی عبادت کا ثواب ملے نور علی نور یا سونے پر سہاگہ ہی قرار پائے گا جیسا کہ امام غزالی کے حوالے سے گزرا کہ جو چیزیں الگ جائز ہیں ان کا مجموعہ بھی جائز ہے۔

## مالی صدقہ کی فضیلت

مالی صدقہ کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے جسے امام ابو داود اور امام نسائی نے

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے لیے کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا "پانی" تو انہوں نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ کنواں "ام سعد (سعد کی ماں) کے (ایصال ثواب کے) لیے ہے۔ اس لیے ختم فاتحہ میں پانی کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانی کا اس لیے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ میں ان دنوں پانی کی قلت تھی۔ یہاں سے معلوم ہوا صدقات خیرات کرنے والوں کو علماء دین کے مشورے سے ہی صدقہ و خیرات کی جنس کا تعین کرنا چاہیے۔

## دعا اور صدقہ

بزرگوں کی دعا اور مالی صدقہ جمع کرنا دفع بلاء کا سبب ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

الدعاء یرد البلاء والصدقة تطفئ غضب الرب (شرح عقائد مصری ص ۱۵۰)

کہ صدقہ بلاء کو دفع کرتا ہے اور صدقہ اللہ کی ناراضگی کو بجھاتا ہے

لہٰذا صالحین سے دعا کرانا اور فقراء و غرباء و مستحقین کو صدقہ دینا' یوں دونوں عبادتوں کو جمع کرنا سب سے بہتر ایصال ثواب ہے۔ صالحین کی دعا سے مصیبت کا دفع ہونا بخاری و مسلم کی حدیثوں سے ثابت ہے اور اسے امام ابو الشیخ و امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ سے انہی مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور امام حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور امام بزار و طبرانی نے اوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا" روایت کیا کہ دعا سے ہر اس مصیبت میں نفع ہوتا ہے جو نازل ہو چکی یا نازل نہیں ہوئی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہی بری قضاء ٹلتی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بری موت کو دفع کرتا ہے یعنی اللہ کی راہ میں خرچ

کرنا آخرت کے عذاب سے بچاتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو دنیا میں پاکیزہ حیات نصیب ہوتی ہے (تعلیقات البراس ص ۵۸۱)

صحیح مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ جب انسان کا دنیا میں انتقال ہوتا ہے تو اس کے عمل جو وہ کرتا تھا رک جاتے ہیں مگر اسے تین کا ثواب پہنچتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ (جیسے مسجد، مدرسہ، کنواں، نلکا، درخت کا سایہ اور سڑک وغیرہ، مگر دینی مدرسہ پر خرچ کا سب سے زیادہ ثواب ہے کیونکہ اس سے امت میں دین کا شعور بیدار ہوتا ہے جس سے انہیں نیکی اور بدی کی تمیز آجاتی ہے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا جیسا کہ حدیث میں ہے انما انا بعثت معلما (کہ مجھے تو قرآن و سنت اور دین کے علم کو فروغ دینے کے لیے بھیجا گیا ہے) اور علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں جیسے اپنے علم سے یا وسائل سے علماء پیدا کرنا دینی کتابیں چھاپنا اور چھپوانا یعنی قرآن و حدیث اور اسلامی کتابیں تصنیف کرجانا یا اپنے وسائل سے تصنیف کرا جانا جیسے پہلے زمانہ کے امراء و بادشاہ علماء سے کتابیں تصنیف کراتے اور انہیں تمام وسائل فراہم کر کے دنیا کے افکار سے بے نیاز کر دیتے اور علماء اپنی تصانیف میں ان کا ذکر کرتے۔ فتاویٰ عالمگیری، اورنگ زیب عالمگیر نے تو نہیں لکھا یہ علماء ہی نے لکھا جنہیں عالمگیر نے ہر سہولت و آرام بہم پہنچا کر ان سے وہ دینی خدمت لی کہ علماء نے از راہ تشکر فتاویٰ کا نام ہی عالمگیر کے نام پر "فتاویٰ عالمگیری" رکھ دیا، صدیاں گزرنے کے باوجود بادشاہ عالمگیر کا نام اس فتاویٰ کی برکت سے زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا اور اس کو پڑھنے والے بے ساختہ اس مرحوم بادشاہ کے لیے دعائیں کرتے ہیں اس نے یہ کام نمائش یا شہرت کے لیے نہیں کرایا بلکہ آنے والی نسلوں سے دعائیں لینے کے لیے کرایا حدیث میں ہے کہ "انما الاعمال بالنیات" کہ ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔ شہرت کی نیت کی تو شہرت ملے گی ثواب نہ ملے گا اور ثواب و دعاؤں کے حصول کی نیت کی تو ثواب و دعائیں ملیں گی مگر شہرت تو خود ہی ہو جائے گی اس سے

اس کے ثواب میں فرق نہ آئے گا کیونکہ اس نے شہرت کی نیت تو کی ہی نہ تھی) یا اپنے پیچھے نیک صالح اولاد چھوڑ جانا (صحیح مسلم)

## زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچنے کا قرآن سے ثبوت

امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں کہ

وقد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت (شرح الصدور ص ۱۲۷)

متعدد علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ زندہ کی دعا سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے

اور اس کی قرآن کریم سے دلیل سورۂ حشر کی یہ آیت ہے۔

والذین جآء وا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان (آیت ۵۹-۱۰)

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ زندہ لوگوں کا مرنے والے کے لیے استغفار کرنا دعا کرنا (دونوں کے لیے) نفع بخش ہے اور قول معروف صدقة فرمان پاک کی رو سے کلمات طیبات، تلاوتیں، تسبیحات وغیرہ سب صدقہ کی تعریف میں داخل ہیں لہذا سب کا ثواب یقیناً پہنچتا ہے۔

## باپ کے لیے بیٹے کی دعاء و استغفار

امام بیہقی اپنی سنن میں اور امام طبرانی اوسط میں سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے صالح بندے کے درجے بلند کرتا ہے بندہ پوچھتا ہے یا اللہ یہ میرے درجے کس کے عمل سے بلند ہو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا باستغفار ولدک لک و بدعاء ولدک لک کہ تیرے بچے (لڑکے یا لڑکی) کی تمہارے لئے بخشش کی

دعاء کرنے کی وجہ سے (شرح الصدور ص ۱۲۷)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن پہاڑوں کی طرح نیکیاں آدمی کے پیچھے پیچھے ہوں گی وہ حیران ہو کر عرض کرے گا اے اللہ میرے لیے اس قدر نیکیاں کہاں سے آئی ہیں؟ فرمائے گا تیرے بچے کی تیرے لیے دعاء استغفار کی وجہ سے (ص ۱۲۷)

## میت کی مثال

امام بیہقی کی شعب الایمان اور امام دیلمی کی فردوس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں میت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی میں ڈوبنے والا کسی کو مدد کے لیے پکارے وہ قبر میں انتظار میں ہوتا ہے کہ اس کا باپ یا ماں یا بچہ یا کوئی مخلص دوست اس کے لیے بخشش کی دعا کرے تو جب کوئی اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتا ہے اور وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو وہ دعا اسے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سے بڑھ کر عزیز ہوتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ زمین پر بسنے والوں کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی طرح اجر بھیجتا ہے۔ اور بلاشبہ مردوں کے لیے زندوں کی طرف سے ہدیہ ان کے لیے دعائے بخشش ہے (شرح الصدور ص ۱۲۷)

## امام ابو قلابہ سے ایک قبر والے کی گفتگو

امام ابن ابی الدنیا جلیل القدر تابعی حضرت امام ابو قلابہ عبداللہ بن زید بصری علیہ الرحمتہ ۱۰۷ھ سے باسند روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں شام سے بصرہ آرہا تھا تو میں رات بسر کرنے کے لیے ایک کھائی میں اترا میں نے وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھے وہاں ایک قبر تھی میں اس پر سر رکھ کر سو گیا پھر بیدار ہوا تو اچانک قبر والے صاحب کو دیکھا جو مجھ سے شکوہ کرنے اور کہنے لگے کہ تم نے میری قبر پر سر رکھ کر سونے سے رات بھر مجھے تکلیف دی۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ (عمل کی قدر) نہیں جانتے

ہم جانتے ہیں اور عمل کر نہیں سکتے پھر فرمایا کہ یقین کیجئے کہ آپ نے جو دو رکعت نفل پڑھے وہ دنیا اور جو جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو (جو ہمارے لیے دعا کرتے ہیں) بہترین جزا دے ان کی دعاؤں سے ہمارے پاس پہاڑوں کی طرح نور آتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

اس مستند واقعہ سے کئی ایک مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ اہل قبور میں سے اللہ کے مقبول بندے اپنی مثالی صورت میں قبروں سے باہر بھی تشریف لاتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ چاہیں تو زندوں سے باتیں بھی کر سکتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ قبروں پر پاؤں رکھنا یا ان پر سر رکھنا یا ٹیک لگانا منع ہے۔

چوتھا یہ کہ زندوں کو اہل قبور کے لیے عمل کرتے رہنا چاہیے۔

پانچواں یہ کہ دو رکعت نفل دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

چھٹا یہ کہ اہل قبور اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ روح کو موت نہیں اور سب کرشمے روح ہی کے ہیں۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ قبر والے اپنی قبر میں دفنا کر واپس آنے والوں کے جوتوں کی آواز تک کو سن رہا ہوتا ہے۔ بلاشبہ وہ سنتے' جانتے' پہچانتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

## مالک بن دینار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں گفتگو

امام ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ میں جمعہ کی رات کو ایک قبرستان میں داخل ہوا تو میں نے اس میں ایک عظیم نور جگمگاتا دیکھا تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا' لا الہ الا اللہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس قبرستان والوں کو بخش دیا' تو اچانک غیب سے دور سے آواز آئی" کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ "اے مالک بن دینار! یہ زندوں کی طرف سے اپنے قبرستان والے مردہ بھائیوں کے لئے تحفہ آیا ہے' میں نے کہا تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے بولنے کی توفیق

دی، مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کیسا تحفہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک مسلمان بھائی آج رات کو اٹھا اور اچھی طرح وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھے، جن میں اس نے سورۂ فاتحہ کے بعد ایک رکعت میں قل یا یہا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد پڑھیں اور کہا کہ اے اللہ بے شک میں نے ان دو رکعتوں کا ثواب قبروں والے مسلمانوں کو بخش دیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب میں ہمیں یہ روشنی، نور، وسعت اور خوشی عطاء فرمائی (یعنی مشرق سے مغرب تک کے تمام اہل قبور مسلمانوں کو اجر عطاء کیا یہ اسی کی روشنی ہے)۔ امام مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہر جمعہ کی رات کو اسی طرح دو رکعت پڑھتا اور ان کا ثواب تمام اہل قبور مسلمانوں کو بخش دیتا ہوں، پھر میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے مالک بن دینار اللہ تعالیٰ نے تجھے اس نور کی تعداد کے برابر اپنی بخششوں سے نوازا، جو تم نے میری امت کو ہدیہ کیا اور ان سب کے برابر تمہارے لئے بھی ثواب ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے ایک محل میں جس کا نام منیف ہے، تیرے لئے گھر بنایا، میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "منیف" کا کیا معنی ہے؟ فرمایا المطل علی اھل الجنہ وہ ایک بلند و بالا محل ہے، جہاں سے نیچے اہل جنت کی طرف جھانکا کرو گے (شرح الصدور ص ۱۲۸)

## فوائد

اس واقعہ صادقہ سے درج ذیل فوائد معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ یوں تو ہر وقت قبرستان جا سکتے ہیں، مگر جمعہ کی رات کو قبرستان جا کر فاتحہ خوانی کرنا زیادہ ثواب ہے۔

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وہ مقبول بندے جنہیں اس نے نور بصیرت بخشا ہے، قبرستان کی باطنی یا معنوی (روحانی) کیفیت کو دیکھ لیتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نور بصیرت رکھنے والے بزرگوں

میں سے ایک بزرگ تھے۔

چوتھا یہ کہ اہل قبور کو بھیجا جانے والا ثواب انہیں نور کی شکل میں پہنچتا ہے۔

پانچواں یہ کہ نیکیوں کی اپنی ایک خاص شکل ہے اور وہ نورانی شکل ہے، جس قدر کسی کی نیکی میں اخلاص زیادہ ہو گا' اسی قدر اس کا نور بھی زیادہ ہو گا۔

## نیکیوں کا نور

پانچواں یہ جو قرآن میں ہے کہ روز قیامت مسلمانوں کے آگے اور ان کے دائیں بائیں ان کا نور دوڑتا ہو گا (التحریم ٦ آیت ٨) یہ ان کے نیک اعمال کا ہی نور ہو گا۔

چھٹا یہ کہ اللہ والوں سے ہاتف غیبی (غیب سے باتیں کرنے والے ملائکہ) باتیں کرتے ہیں، جو انہی کو سنائی دیتی ہیں۔

ساتواں یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر بات پوچھنا جائز ہے۔

آٹھواں نماز کے لئے وضو کرتے وقت خوب اچھی طرح مکمل طور پر خیال کرتے ہوئے وضو کرنا چاہئے' بڑی خوب صورتی سے اور سنت کے مطابق کیونکہ وضو کا ایک اپنا نور ہے' وضو جس قدر مکمل اور خوب صورت طریقہ سے کیا جائے گا' اس کا نور اسی قدر زیادہ ہو گا۔ اور اس کی زیادہ نورانیت سے نماز میں اخلاص زیادہ پیدا ہو گا اور اس کا نور زیادہ ہو گا۔

نواں یہ کہ ہر جمعرات کو سب اہل قبور مسلمانوں کو نفلی نماز کم از کم دو رکعت کا ثواب ہدیہ کرنا بہترین نیکی ہے۔

دسواں یہ کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کی زیارت شریفہ برحق ہے اور بزرگوں (یعنی صحیح العقیدہ باعمل مسلمانوں) کو ہوتی رہتی ہے' بلکہ بعض کو تو بیداری میں بھی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا' عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا (الجامع الصغیر ج ٢ ص ١٧٠،

بحوالہ بیہقی و ابی داود) اللھم ارزقنا زیارتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام و فی الیقظۃ آمین

اور جن کو حضور صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، وہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم ہی کی زیارت ہوتی ہے۔

گیارہواں حضرت امام مالک بن دینار خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگوں میں سے تھے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے اعمال کی خبر ہے بلکہ ان کے ظاہر و باطن کی بھی

بارھواں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کو امام مالک بن دینار کے اس نیک عمل کی خبر تھی اور آپؐ کو اپنی امت کے اعمال کی خبر ہوتی ہے، بلکہ ان کے ظاہر اور باطن کی بھی، چنانچہ امام اہل سنت محبوب المومنین شیخ المحققین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ۱۰۵۲ھ اپنے مکتوبات شریف میں سے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

وبا چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و براعمال امت حاضر و ناظر و مرطالبان حقیقت راو

ان اختلافات اور کثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہیں اس مسئلہ میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شائبہ مجاز اور توہم تاویل کے بغیر حیات حقیقہ کے ساتھ زندہ اور باقی ہیں اور اپنی امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان بارگاہ اقدس کو فیض عطاء فرماتے

متو جہان آنحضرت رامفیض و          اور ان کی تربیت فرماتے ہیں

مربی

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی الرحمتہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی میں "ویکون" (البقرہ ص ۲) کے تحت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم اپنے نور نبوت سے اپنی امت کے ہر شخص کے بارے میں جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا حجاب ہے' جس کی وجہ سے اس کی روحانی ترقی نہیں ہو رہی' پس آپ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے برے عمل کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو جانتے ہیں۔ تفسیر عزیزی فارسی طبع دہلی ص ۵۱۸)

تیرھواں یہ کہ سورۃ فاتحہ و قل یا ایھا الکافرون اور سورۃ اخلاص کی بڑی برکتیں ہیں' اسی لئے مروجہ فاتحہ شریف میں ان کو بھی پڑھا جاتا ہے۔

چودھواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ہر فرد کی بخشش اور اس کے اجر و ثواب کا جو اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے علم ہوتا ہے۔

پندرھواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہر امتی کے مقام جنت کا بھی علم ہے' جس پر وہ روز قیامت فائز ہو گا۔

سولھواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسلمان پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں' جو آپ کی امت سے ہمدردی رکھتا ہو اور ان کی آخرت کی نجات کی فکر رکھتا ہو اور خصوصاً اہل قبور کے لئے بھی نیک کام کر کے اس کا ثواب ان کو بخشتا ہو۔

سترھواں یہ کہ یہ مالک بن دینار رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی ہیں' ان کی وفات ۱۲۳ یا ۱۲۷ھ میں ہوئی' انہوں نے وفات پا جانے والوں کے لئے نفلی نماز میں قل خوانی اور فاتحہ خوانی فرمائی' معلوم ہوا کہ قل خوانی اور فاتحہ خوانی کے لئے کسی دن کی تخصیص ضروری نہیں ہے' خواہ پہلے دن کریں یا دوسرے یا تیسرے یا ساتویں یا

چالیسویں یا سال بعد وغیرہ کسی بھی وقت اور خواہ نفلی نماز کے ساتھ کریں یا اس کے بغیر، جب محض استغفار کے ثواب کا وہ حال ہے، جو اوپر گذرا تو سورۂ فاتحہ جو ام القرآن ہے اور سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کے مجموعہ کے اجر و ثواب کا کیا حال اور کیا شان ہو گی۔

اٹھارھواں یہ کہ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان "فلم ازل اقرا همافی کل لیلة الجمعة (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(پس میں ہمیشہ ہر جمعرات کو یہ دو رکعت پڑھتا ہوں)۔

زیر بحث مسئلہ میں اس بات کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے کہ کسی بھی نیک کام کو ہمیشہ کے لئے اپنی رسم و عادت بنا لینا نہ صرف جائز بلکہ ثواب ہے۔

## نیک رسم کا حدیث سے ثبوت

پھر ایک حدیث میں ہے۔ ان احب الا عمال الی اللہ ادومها وان قل (صحیح بخاری و نسائی و مسلم وغیرہ ھم) کہ اللہ کے ہاں محبوب ترین وہ عمل ہے، جسے ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔ یہ حدیث نفلی کام کے بارے میں ہے، کیونکہ فرض و واجب کو تو تھوڑا نہیں کیا جا سکتا، وہ تو جتنا ہے، اتنا ہی رہے گا۔ اور ہمیشہ کرنا رسم کہلاتا ہے اور دوسرے لفظوں میں اسے عادت بھی کہا جاتا ہے، اس حدیث سے واضح ہوا کہ کسی بھی نیک کام کی رسم ڈالنا اور اسے ہمیشہ کرنا، اگرچہ تھوڑا ہو ثواب ہے، لہٰذا معترض صاحب کا اپنی طرف سے یہ شرط لگانا کہ "قرآن پڑھانا اور صدقہ و خیرات درست ہے، مگر اسے رسم نہ بنایا جائے"۔ اپنی شریعت گھڑنا ہے۔

## اجتماعی دعا کی فضیلت

دیو بندی حضرت سینوں کی نیک رسومات پر تنقیدیں کرتے ہیں، مگر اپنی رسومات کو نہ صرف جائز بلکہ انہیں بڑا درجہ دیتے ہیں، مثلاً رائے ونڈ میں ہر سال اجتماع اور

اجتماعی دعا کی رسم کی ان کے ہاں بڑی فضیلت ہے' جہاں اجتماع کی کوئی شرعی وجہ بھی نہیں ہے' بلاوجہ و بلا سبب شرعی ہر سال اندرون اور بیرون ملک سے قافلے چلے آتے ہیں اور رائے ونڈ میں اکٹھے ہوتے ہیں اور وہاں قرآن و سنت کی بجائے جناب زکریا صاحب کی تصنیف فضائل اعمال یا تبلیغی نصاب کی تلاوت میں چلے کاٹتے ہیں' پھر اجتماعی دعا کرتے ہیں' حالانکہ اس کا بظاہر کوئی شرعی سبب نہیں' مگر اہل سنت بزرگوں کے عرس (سالانہ ختم و فاتحہ خوانی) کے لئے یا کسی کے انتقال پر تعزیت کے لئے اکٹھے ہو کر قرآن خوانی کریں' پھر اجتماعی دعا کریں تو یہ رسم انہیں گناہ نظر آتی ہے' حالانکہ یہاں اجتماع کا ایک شرعی سبب بھی موجود ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کی سنت بھی ہے کہ کسی کی وفات پر اس کے لئے "فردا" فردا" دعا کرنے کے علاوہ اجتماعی طور پر بھی دعا کی جائے۔

ا۔ اس سلسلے میں ایک حوالہ تو وہ ہے' جو امام واقدی علیہ الرحمتہ ۲۰۷ھ نے اپنی مغازی میں روایت کیا کہ

"جنگ موتہ جو ملک شام میں لڑی جاری تھی' وہاں صحابہ کرامؓ مصروف جہاد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ (نورھا اللہ) میں تھے۔ آپؐ منبر پر جلوہ فرما ہوئے' آپؐ کے اور شام کے درمیان حجاب اٹھا ہوا تھا اور آپؐ ان کے معرکہ جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ اب مجاہدین اسلام کا جھنڈا حضرت زید بن حارث نے پکڑ رکھا ہے تو اس کے پاس شیطان آیا اور اس کے دل میں دنیا کی زندگی کی محبت اور موت سے نفرت' ناپسندیدگی ڈالی اور دنیا کی محبت ڈالی۔ آپ نے شیطان کو فرمایا کہ تو اب میرے دل میں دنیا کی محبت ڈال رہا ہے جبکہ ایمان والوں کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو وہ آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے ہیں۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور صحابہؓ سے فرمایا تم سب اس کے لئے دعائے

استغفار کرو بلاشبہ وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ وہ دوڑا جا رہا ہے۔ (اس کے بعد فرمایا) پھر اسلام کا جھنڈا جعفر بن ابی طالبؓ نے پکڑ لیا۔ اس کے پاس بھی شیطان آیا اور اس کے دل میں بھی دنیا کی زندگی کی آرزو دلائی اور موت کی ناپسندیدگی کا خیال ڈالا اور دنیا کی آرزو۔ انہوں نے بھی شیطان کو وہی جواب دیا کہ تو اب یہ دنیا کے خیالات ڈال رہا ہے۔ جبکہ ایمان والوں کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا' پھر وہ آگے بڑھے حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا تم سب اپنے بھائی کے لئے دعاء کرو وہ شہید ہے' وہ جنت میں داخل ہو گیا تو وہ اپنے یاقوتی بازوؤں سے جہاں چاہتا ہے جنت میں اڑتا پھر رہا ہے"۔ (کتاب المغازی للامام محمد بن عمر الواقدج ۲ ص ۷۶۱ ' ۷۶۲)

## فوائد

اس حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ ۱۔ ایک یہ کہ نظر نبوت کے آگے قریب و بعید برابر ہیں' لہٰذا دور والوں کو ایسے ملاحظہ فرماتے ہیں جیسے قریب والوں کو۔

۲۔ کسی امتی کے دل میں جو شیطان وسوسے ڈالتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی باخبر ہیں۔

۳۔ شیطان صحابہ کرامؓ کو بھی بہکانے پھسلانے کی کوشش کرتا تھا۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کا ایمان مستحکم' مضبوط تھا۔

۵۔ جس کا ایمان پختہ اور مستحکم و مضبوط ہو گا وہ شیطان کے بہکائے میں نہیں آئے گا۔

۶- آخر وقت شیطان انسان کو بہکانے کی پوری کوشش کرتا ہے- صحابہ کرامؓ کے براہ راست شیخ و پیر و مرشد چونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے اور آپ کی ان کی طرف پوری توجہ تھی اس لئے وہ شیطان کے بہکانے میں نہ آسکے اس لئے ہر انسان کو خواہ مرد ہو یا عورت اپنے ایمان و دین کے تحفظ اور روحانی ترقی و حصول عرفان خداوندی (جو انسان کا مقصد ہے) کے لئے صحیح العقیدہ اہل سنت عالم دین جس کا ظاہر شریعت کے مطابق ہو' کا بیعت ہونا ضروری ہے جو خود بھی بیعت ہو اور اس کا سلسلہ طریقت و بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہو اور درمیان میں کہیں کٹتا نہ ہو اور معتبر و مشاہیر اکابر نے اسے سند خلافت بھی عطا کی ہو- ایسے بزرگوں کی بیعت کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہونے والے کو ایمان کی حفاظت کی ضمانت و گارنٹی دی گئی ہے- سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ قادری نسبت رکھنے والوں کو دنیا سے ایمان کے ساتھ اٹھاؤں گا اگرچہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اسے آخر توبہ کی توفیق دوں گا- (بہجۃ الاسرار شریف ص ۹۹)

لہٰذا راقم الحروف اپنے تمام صحیح العقیدہ بھائیوں اور بہنوں سے جو بیعت نہیں ہوئے' ان کی بھلائی اور نجات کے لئے گذارش کرتا ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوں تاکہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہی دنیا سے رحلت کی ضمانت پائیں-

۷- ساتواں یہ کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھا کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو بھی فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کے لیے دعائے استغفار کرو تو اس سے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت بھی مل گیا جو

لوگ اسے بدعت یا ناجائز کہتے ہیں وہ اپنی غلط فہمی دور کر لیں۔

۸۔ آٹھواں یہ کہ کسی کے مرنے کے بعد اجتماعی استغفار و دعا صحیح و مسنون ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صحابیوں کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد ہی دعا مانگی تو یہ بھی رسم ہوگئی کیونکہ رسم کا یہی معنی ہے کہ ایک کام حسب موقع بار بار کیا جائے۔ معترض صاحب جو سوئم کی فاتحہ کو محض رسم کہہ کر ممنوع قرار دے رہے ہیں بالکل غلط ہے۔

۹۔ نواں یہ کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی وسعت نظر کا یہ عالم ہے کہ یہاں دنیا میں جلوہ گر ہوتے ہوئے جنت کو ملاحظہ فرما رہے ہوتے تھے۔

۱۰۔ دسواں یہ کہ شہید مرنے کے بعد جنت میں چلا جاتا ہے (مگر اپنے جسم عنصری و خاکی کے ساتھ قیامت کے دن ہی جنت میں داخل ہو گا۔

(۲) مرنے کے بعد اجتماعی دعا کی اہمیت اس حدیث شریف سے بھی ظاہر ہے جسے شمس الائمہ امام محمد بن احمد ۴۹۰ھ رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف المبسوط میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شمولیت سے رہ گئے تو جب اجتماع میں پہنچے تو لوگوں سے فرمایا کہ

| | |
|---|---|
| ان سبقمونی بالصلوة علیه فلا تسبقونی بالدعاء له (المبسوط ج ۲ ص ۶۷ الجنائز) | اگر تم نے مجھ سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی ہے تو ان کے لیے مجھ سے پہلے دعا نہ مانگنا۔ |

## فوائد

اس حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے ا۔ ایک یہ کہ جب ولی اقرب کی موجودگی میں یا اسکی اجازت سے ایک بار نماز جنازہ پڑھی جائے تو دوبارہ نہیں پڑھی جا

سکتی ورنہ حضرت عبداللہ بن سلام جب پہلے شامل نہ ہو سکے تھے تو بعد میں دوبارہ پڑھ سکتے تھے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا صحابہ کا معمول تھا اور یہ معمول جب ہی ہو سکتا ہے جب انہوں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے دیکھا ہو اور آپ دعا مانگتے تھے جیسا کہ ہم اوپر واقدی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

۳۔ تیسرا یہ کہ حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اکیلے بھی دعا کر سکتے تھے مگر وہ جانتے تھے اکٹھے ہو کر دعا مانگنے کی زیادہ فضیلت ہے۔ خدا جانے بیچ میں کونسی شخصیت ہو کہ اس کی برکت سے سب کی دعا قبول ہو اور اس سے میت کا زیادہ ہی فائدہ ہو۔

## ماں باپ کی طرف سے صدقہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمتہ تذکرہ میں طبرانی کے حوالے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب تم میں سے کوئی صدقہ نفلی کرے چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے تو اس کے صدقہ کا ثواب اس کے ماں باپ کو پہنچے گا جبکہ خود اس کی بھی اتنا ہی ثواب ہوگا اس کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

وقیتکہ تصدق کندیکے از شما صدقہ نفل باید کہ کند آں صدقہ را از پدر و ما درپس باشد ثواب آں صدقہ پدر و ما درش را و کم نشود از اجر او چیزے (تذکرہ الموتی و القبور ص ۴۲)

اس میں صدقہ کرنے کا ذکر عام ہے خواہ کوئی اپنے لیے کرے یا اپنے کسی وفات پا جانے والے شخص کے لیے مگر نیت صدقہ اس طرح والدین کے حق میں کرے گویا اس کے والدین صدقہ کر رہے ہیں۔ پھر اس بات کی بھی کوئی شرط نہیں کسی کی وفات کے پہلے روز کرے یا دوسرے روز یا تیسرے روز وغیرہ اور یہ بھی نہیں کہ اس کے لئے

کوئی دن معین نہ کرے تاکہ رسم نہ بن جائے۔ یہ تو دین وہابیہ ہے جو خود ساختہ ہے کہ نیکی کے لیے کوئی دن مقرر نہ کیا جائے ورنہ رسم بن جائے گی اور رسم منع ہے۔ وہابیوں کی اس سمجھ پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

## نور کا طبق

حضرت قاضی صاحب تذکرہ میں اور امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں طبرانی کی اوسط کے حوالہ سے حضرت انس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی بھی گھرانے میں کسی کا انتقال ہو جائے وہ اس کے مرنے کے بعد صدقہ و خیرات کریں، حضرت جبرائیل اسے نور کے ایک طبق (تھال) میں رکھ کر اس کی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ تیرے لئے تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے۔ تو تم اسے مجھ سے وصول کر لو تو وہ ہدیہ اسے مل جاتا ہے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور اس کے آس پاس کے جن قبر والوں کو ان کے وارثوں کی طرف سے کوئی صدقہ و خیرات نہیں آتا وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔ (تذکرۃ الموتی و القبور ص ۴۲ و شرح الصدور ص ۱۲۹)

اس حدیث میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ بشرطیکہ وہ میت کے لئے ایسا کرنے کی رسم نہ بنالیں یا کسی ایک دن کو مخصوص و معین نہ کریں، معترض صاحب کا اس قسم کی شرط عائد کرنا محض وہابیانہ خیال باطل ہے جس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

## حضرت عائشہ صدیقہؓ کا عمل

امام ابن سعد حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کے ایصال ثواب کے لئے ایک غلام آزاد فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اس کا ثواب میرے بھائی کو پہنچے گا۔ (تذکرہ ص ۴۳ و شرح الصدور ص ۱۲۹)

## والدین کے ساتھ بھلائی

امام بیہقی و امام اصبہانی اپنی سندوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حج کرلے (یا کسی سے کرائے) اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دے گا اور اس کے ماں باپ کو حج کامل کا ثواب دے گا۔ اس حدیث میں بھی ایسی کوئی قید و شرط نہیں جو معترض صاحب لگا رہے ہیں کہ وہ بار بار ایسا کر کے اسے رسم نہ بنالے۔ لہٰذا معترض صاحب کی یہ بات بے بنیاد ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حجاج بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ بہترین نیکی یہ ہے کہ تم اپنی ہر نماز کے ساتھ ان کے لئے ایک نماز اور اپنے ہر روزہ کے ساتھ ان کے لئے ایک روزہ رکھو۔ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ (نفلی) کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھو اور اپنے لئے صدقہ و خیرات کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی صدقہ و خیرات کرو۔ (التذکرۃ القاضی ص ۴۳)

اس کے بعد امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| چوں ثابت شدکه ثواب عبادتی بدنی مانند نماز و روزه و حج و عبادات مالیه از صدقه و عتق و کندن چاه بمیت می رسد لهذا جمهور فقهاء حکم کرده اند که ثواب قراء ة قرآن و اعتکاف وغیره هر عبادت بمیت میرسد | جب ثابت ہو گیا کہ بدنی عبادت جیسے نماز، روزہ و حج و عبادت مالیہ مثلاً صدقہ و غلام آزاد کرنا اور کنواں کھودنا ان سب عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے لہٰذا جمہور فقہاء نے حکم کیا ہے کہ قرآن کی قرات و اعتکاف وغیرہ ہر عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے |

اس سے واضح ہو گیا کہ جملہ عبادات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے پھر اس میں فقہاء و علماء کرام نے ایسی کوئی شرط عائد نہیں فرمائی کہ جس سے رسم و عادت یا طریقہ نہ بنایا جائے معترض صاحب کی خود ساختہ شرط ہے بلکہ میت کو جس قدر زیادہ سے زیادہ اور بار بار ثواب پہنچایا جائے زندوں اور مردوں کے لئے حصول اجر و ثواب کا باعث ہے۔

## برکت درود سے سارے قبر والے بخشے گئے

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا تھا اس جگہ کے سب لوگ خواب میں اس کے عذاب کو دیکھتے تھے کچھ عرصہ بعد سب نے اسے جنت میں دیکھا تو اس نے اس کا سبب بتایا کہ ہمارے قبرستان سے ایک شخص گزرا تو اس نے فاتحہ پڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اس کا ثواب ہم سب کو ہدیہ کر دیا اور قبرستان میں پانچ سو ستر آدمی عذاب میں مبتلا تھے تو ندا آئی کہ اس شخص کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے اور اس کا ثواب قبرستان والوں کو ہدیہ کرنے کی برکت سے سب سے عذاب اٹھا لو تو ہم سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ (بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ج ۷ ص ۱۰۵)

## امت مرحومہ

امام طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

| | |
|---|---|
| امتی امة مرحومة تدخل قبور ها بذنوبها و تخرج من قبور ها لاذنوب عليها تمحص عنها باستغفار المؤمنين لها (شرح الصدور ص ۱۲۸) | میری امت امت مرحومہ ہے اپنی قبروں میں اپنے گناہوں کے ساتھ داخل ہو گی اور زندہ مسلمانوں کے ان کے لئے دعائے استغفار کی وجہ سے وہ اپنی قبروں سے یوں نکلے گی کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا۔ |

الحمدللہ ثابت ہوا کہ سنی مسلمان اپنے وفات یافتہ عزیزوں کے لئے صدقے دیتے' خیراتیں کرتے' قرآن کے ختم کراتے' فاتحہ دلواتے اور آخر میں ایصال ثواب کرتے' ان کے لئے دعائے استغفار کرتے اور کراتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ طریقہ اور اہل قبور کی گناہوں سے تطہیر یا ترقی کا سبب ہے۔

## اچھی رسم صدقہ جاریہ ہے

معترض صاحب تو فرماتے ہیں کہ فاتحہ کو رسم نہ بنایا جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچھی رسم صدقہ جاریہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ مسند امام دارمی میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اربع یعطاهن الرجل بعد موته ثلث ماله اذا کان فیه قبل ذلک مطیعاللہ والولد الصالح یدعوله من بعد موته وا لسنة الحسنة یسنها الرجل فیعمل بها بعد موته و المائة اذا شفعوا للرجل شفعوافیه (شرح الصدور ص ۱۲۸)

چار کام ہیں جن کا ثواب انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی دیا جاتا ہے ایک یہ کہ اس نے اپنے بعد اپنے مال کا تہائی راہ خدا میں خرچ کرنے کی وصیت کی ہو جب کہ اس سے قبل زندگی میں وہ مال کے معاملہ میں اللہ کا فرمانبردار رہا ہو' (یعنی زکوۃ دیتا رہا ہو) اور نیک بچہ جو اس کے بعد اس کے لئے دعا کرتا رہے اور اچھی رسم جسے آدمی جاری کر جائے پھر اس کی موت کے بعد اس پر عمل کیا جائے اور ایک سو آدمی جب انسان کے

لئے دعائے مغفرت کریں تو اس کے حق میں ان کی دعائے مغفرت قبول کی جاتی ہے۔

معترض صاحب! ذرا غور فرمائیں کہ اس حدیث میں اچھی رسم کے جاری کرنے کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے بعد جو اس پر عمل کریں گے ان کو جو ثواب ملے گا ان سب کے برابر اس اچھی رسم کے جاری کرنے والے کو ملتا رہے گا۔ اس لحاظ سے بتائیں فاتحہ خوانی اچھی رسم ہے یا نہ اس میں کون سی برائی ہے۔ پھر فرمایا سو آدمی اکٹھے ہو کر دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے' فاتحہ خوانی یا قل خوانی میں یہی تو ہوتا ہے کہ ایصال ثواب کے ساتھ سب سو دو سو کی تعداد میں لوگ مل کر وفات یافتہ انسان کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں' حدیث مذکورہ کی رو سے وہ بخشا گیا یا نہ؟ ضرور' اس لئے سنی یہ عمل اور یہ رسم کرتے ہیں' کراتے ہیں اور کراتے رہیں گے۔ البتہ دیو بندی صاحبان کو تو ضرورت ہی نہیں کہ گستاخان رسول کی بخشش نہیں ہو سکتی اس لئے ان کے لئے فاتحہ خوانی کرانا ان کے نزدیک کوئی فائدہ نہیں رکھتا مگر سینوں کو چونکہ بہ وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے امید بخشش ہے' اس لئے وہ یہ نیک رسم کرتے ہیں۔

## بد عقیدہ کو ثواب نہیں پہنچتا

شرح الصدور میں ہے حضرت عمرو بن عاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ان کے باپ عاص نے جو مشرک تھے' وصیت کی تھی کہ ان کے بعد ان کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو ہشام نے ان کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیئے ہیں' آپ نے فرمایا۔ اس کا ثواب اسے نہیں ملے گا۔ انما یتصدق و یحج ویعتق عن المسلم لو کان مسلمابلغه (شرح الصدور ص ۱۲۹) فرمایا کہ

صدقہ کرنا' حج کرنا اور غلام کا آزاد کرنا یہ نیک کام تو مسلمانوں کی طرف سے کیے جاتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا ثواب اسے پہنچتا' اب نہیں پہنچے گا اس سے واضح ہو گیا کہ نیکیوں کا ثواب ان کو ملتا ہے جو مسلمان ہوں یعنی صحیح العقیدہ ہوں' دوسروں کے لئے نہیں ہے۔

## صدقہ قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے

امام طبرانی بسند خود حضرت عقبہ بن عامر سے راوی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

| | |
|---|---|
| ان الصدقة لتطفی عن اهلها حر القبور (شرح الصدور ص ۱۲۸) | یقیناً اہل قبور کی طرف سے اللہ کی راہ میں دینا ان کی قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے۔ |

## صدقہ کیا ہے؟

صدقہ کا لفظ عربی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا' سخاوت کرنا' بعض ان پڑھ لوگوں نے صدقہ کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ بکری کی کالی سری کسی غریب کو دے دی جائے تو اس سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔ ان لوگوں نے صدقہ کا یہ مفہوم یا مطلب غلط سمجھا ہے صدقہ کا صحیح مطلب زکوۃ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حسب توفیق مال دینا ہے۔ صحابہ کرام اللہ کی راہ میں ہر طرح کا صدقہ دیتے تھے' جانور' غلہ' چاندی' سونا' درہم' و دینار ہر شخص اپنی ہمت و توفیق کے مطابق صدقہ دے۔ بلکہ بعض صحابہ کرام نے اپنی زمینیں اور بعض نے اپنے باغ اصحاب صفہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ کے طالب علموں) کے لئے وقف کر دیئے تھے تاکہ ان زمینوں اور باغوں کی آمدنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ کی کسی طرح سے مستقل آمدنی کا ذریعہ بنا رہے اور ان کو تاقیامت اس صدقہ جاریہ کا ثواب پہنچتا رہے اور بلاشبہ (صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کی) دینی درسگاہیں دین کا سرچشمہ ہیں۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان کی فکر کرتے اور ان کے لئے مستقل آمدنی کو سوچتے اور اپنی پراپرٹی (جائیداد) یا اس میں سے معقول حصہ ضرورت مند دینی درسگاہ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وقف کر دیتے ہیں، جس کا ثواب انہیں یہاں اور وہاں یعنی قبر میں تاحشر برابر پہنچتا رہے گا۔

## فاتحہ پر منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

مروجہ فاتحہ پر منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔

۱۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحاب
الیمین (المدثر آیت ۳۸-۳۹)

ہر جان اپنے اعمال میں گروی ہے مگر
دائیں طرف والے

یعنی ہر ایک شخص اپنے کیے کا پھل پائے گا صالحین کے سوا سب اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے کوئی کسی دوسرے کے سہارے نہیں چھوٹ پائے گا۔ کسی کی نیکی دوسرے کے کام نہیں آئے گی بلکہ اس کے اپنے ہی کام آئے گی لہٰذا کسی کو اپنی نیکیوں کا ثواب دینا یا اپنی نیکی سے دوسرے کو فائدہ پہنچانا قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کل نفس سے مراد نفس کافرہ ہے اور بما کسبت سے مراد اس کا کفر ہے اور اصحاب الیمین سے مراد اہل ایمان ہیں جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں مثلاً تفسیر مظہری میں ہے۔

یعنی الا المؤمنین فانھم غیر
محبوسین فی النار ابدا بل ینجون
اما بالمغفرۃ بعد العذاب بقدر
ذنوبھم اوبلا تعذیب بالشفاعۃ
اوبمحض فضل اللہ تعالیٰ
(التفسیر المظہری ج ۱۰ ص ۱۳۱)

یعنی ایمان والوں کے سوا بلاشبہ ایمان
والے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہیں
روکے جائیں گے بلکہ وہ نجات پائیں گے
یا تو بخشش کے سبب بعد اس کے کہ
اپنے گناہوں کے بقدر عذاب اٹھائیں یا
شفاعت کے سبب عذاب کے بغیر نجات
پائیں گے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل
سے نجات پائیں گے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت منکرین دعاء و فاتحہ کے لیے دلیل نہیں بنتی کیونکہ

آیت سے مراد یہ ہے کہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں گروی ہوں گے جبکہ ایمان والے جنت میں ہوں گے خواہ ابتداء" یا شفاعت سے یا فضل خداوندی سے یا گناہوں کا عذاب بھگت کر ایمان والے کسی صورت میں بھی جہنم میں گروی نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی جہنم میں گیا تو وہ وہاں گروی نہ ہو گا بلکہ بالاخر جہنم سے نکالا اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

لیس للانسان الا ماسعی (النجم ۵۳ آیت ۳۹) نہیں انسان کے لیے مگر وہ جس کی اس نے کوشش کی

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کو کسی اور کے عمل سے فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ اسے اس عمل سے فائدہ پہنچے گا جس کی اس نے خود کوشش کی اور وہ عمل اس نے خود کیا لہٰذا یہ کہنا کہ کسی کی دعا یا فاتحہ یا صدقہ و خیرات سے کسی اور کو فائدہ پہنچتا ہے قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے اور جو قرآن کے خلاف ہو وہ غلط اور ناجائز ہوتا ہے لہٰذا کسی کے مرنے کے بعد کسی کا عمل مرنے والے کے لیے مفید نہیں ہو سکتا ایسا سمجھنا کہ مفید ہو سکتا ہے ناجائز ہے۔

اسکے کئی ایک جوابات ہیں جو کئی ایک بزرگوں نے ارشاد فرمائے ہیں۔

۱۔ علامہ حسین بن فضل علیہ الرحمتہ جو بڑے محدث و مفسر و فقیہ مجتہد ہوئے ہیں انکو حسین بن فضل بن عمیر البجلی کہتے ہیں معانی قرآن میں زبردست مہارت رکھتے تھے کوفی الاصل ہیں پھر نیشا پور منتقل ہو گئے ۶۵ سال تک قرآن و حدیث کا درس دیا ۲۸۲ھ میں وصال فرمایا (الاعلام للزرکلی ۲-۲۵۱، ۲۵۲ والعبر ۲، ۶۸ ولسان المیزان ۲-۳۰۷) فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا بیان ہے یعنی عدل یہ ہے کہ ہر شخص کو اس ہی کی نیکی کا صلہ ملے اور اسے اپنی ہی نیکی کا فائدہ پہنچے۔ رہا اس کے فضل کا معاملہ تو وہ تو بہت ہی وسیع ہے وہ عدل سے نہیں بلکہ فضل سے کام لیتے

ہوئے دوسروں کے عمل سے بھی مسلمان کو نفع پہنچتا ہے۔ جس قدر آیات اور احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مومن کے صدقہ و خیرات اور دعا وغیرہ ایسی عبادات سے دوسرے مسلمان کو نفع پہنچا یا پہنچتا ہے یا پہنچے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عدل سے نہیں بلکہ اس کے فضل سے ہی ہے۔ راقم کے نزدیک اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے کچھ لوگوں کو نوکر رکھتا ہے اور اپنے دفتر میں ایک تختی لٹکا دیتا ہے جس پر لکھتا ہے کہ ہر شخص کو اس کی ہی مزدوری ملے گی۔ کوئی کسی دوسرے مزدور کی مزدوری کا حق دار نہ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی مزدور ازراہ تفضل و تطوع و احسان اپنی مزدوری میں سے کسی دوسرے مزدور کو کچھ دے ہی نہیں سکتا۔ البتہ اس آیت میں نفی استحقاق ہے کہ کوئی دوسرے کے عمل کا حقدار نہ ہوگا۔ اس میں نفی تفضل و تطوع یا نفی احسان نہیں ہے۔ استحقاق اور احسان دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک سے دوسری کی نفی لازم نہیں آتی۔ لہٰذا کہنا چاہیے کہ مالک کی طرف سے بلاشبہ یہ تحریر یا یہ اطلاع یا نوٹس اس کا عین عدل اور حق ہے۔ وہ اس پر عمل بھی کرے گا مثلاً اگر کوئی مزدور اس مالک سے کہے کہ جناب عالی! میری مزدوری جو مجھے ملے گی وہ تو ملے گی ہی مگر فلاں شخص جو میرا دوست یا رشتہ دار یا قریبی عزیز ہے اس کی مزدوری کل کی کل یا اس کا کچھ حصہ مجھے عنایت فرما دیجئے تو مالک اسے کہے گا کہ تم نے میرے دفتر کا یہ نوٹس بورڈ نہیں دیکھا اس پر کیا لکھا ہوا ہے۔ کہ ہر شخص کو اس کی ہی مزدوری ملے گی کسی دوسرے کی مزدوری پر اپنا حق نہ جتلائے۔ مگر اس کے برعکس مزدوروں میں سے کوئی مزدور اگر اپنی خوشی سے اور مرضی سے اپنی کل مزدوری یا کچھ حصہ دوسرے مزدور کو یا غیر مزدور کو دینا چاہے اور مالک سے عرض کرے کہ جناب عالی! میں اپنی مرضی سے فلاں مزدور یا فلاں شخص پر احسان و کرم کرتے ہوئے اپنی یہ کل مزدوری یا اس کا اس قدر حصہ اسے دیتا ہوں براہ کرم اسے عنایت فرما دیجئے۔ اب عقل سے کام لیتے ہوئے سوچئے کہ اگر مالک عام مالکوں کی طرح نہ ہو بلکہ ایسا کریم

مالک ہو کہ اس کے کرم کی کوئی انتہا ہی نہ ہو وہ اس سے یہ نہیں کہے گا کہ ہاں میں تمہاری مزدوری اسے دے دیتا ہوں اور تم میرے ہاں سے خالی چلے جاؤ۔ بلکہ وہ کریم اور انتہائی کریم اس شخص سے یہی کہے گا کہ اے بندے تو نے اس قدر ایثار و جذبہ سے جو کام لیا ہے اس پر میں تمہیں شاباش دیتا ہوں مگر یاد رکھو کہ تم مجھ سے زیادہ سخی نہیں ہو۔ بلکہ میں ہی تم سے بڑھ کر سخی ہوں میں تمہارے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے تمہاری یہ مزدوری اس کو دے دیتا ہوں مگر میں اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ تمہارا اپنا ہاتھ خالی ہو جائے۔ آخر تم بھی تو ضرورتمند ہو اور مجھے تمہاری بھی ضرورت اور احتیاج کا علم ہے لہٰذا اسی قدر مزدوری میں تمہیں اپنی طرف سے عنایت فرماتا ہوں جس قدر اپنی مزدوری تم نے اپنے بھائی کو دی ہے۔

## اللہ کا نظام عدل

گویا لیس للانسان الا ماسعیٰ کا تعلق اس کے نظام عدل سے ہے کہ وہ کسی کے گناہ کا بوجھ کسی دوسرے پر نہیں ڈالتا۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے۔

| | |
|---|---|
| ولا تکسب کل نفس الا علیھا ولا تزر وازرۃ وزر اخری (الانعام ۱۶۴) | اور جو کوئی کچھ (گناہ) کمائے وہ اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ |

اور نہ ہی وہ کسی کا حق اس کی مرضی اور خواہش کے بغیر کسی دوسرے کو دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی کسی دوسرے کی مرضی کے بغیر اس کے عمل سے کچھ لینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان اپنی خوشی سے اس کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اپنی فلاں نیکی، بدنی ہو یا مالی، یا دونوں کے مجموعہ کا ثواب بطور تطوع و احسان فلاں مسلمان کو ہدیہ کرتا ہے لہٰذا براہ کرم وہ اسے پہنچا دے تو یقیناً وہ اسے پہنچا دیتا ہے بلکہ وہ اپنی طرف سے اتنا ہی ثواب اس کو بھی عطا کرتا ہے۔

یہ اس کا نظام فضل ہے۔ قرآن کریم میں اس کے ان دونوں نظاموں یا اس کی اس دونوں شانوں کا بیان موجود ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا

| | |
|---|---|
| و تمت کلمة ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماته وهو السميع العليم (الانعام ۱۱۵) | تیرے رب کی بات سچ اور عدل و انصاف میں پوری و کامل ہے اس کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں اور وہی سنتا جانتا ہے۔ |

چنانچہ اس کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک العدل بھی ہے یعنی انتہائی عدل و انصاف کرنے والا۔

## اللہ کا نظام فضل

اللہ تعالیٰ کے نظام فضل یا اس کی شان فضل کا بھی قرآن میں ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ واللّٰه ذوالفضل العظيم (آل عمران ۷۴) اللہ بڑے فضل والا ہے۔

۲۔ واللّٰه ذوفضل على المؤمنين (آل عمران ۱۵۲) اللہ ایمان والوں پر فضل کرنے والا ہے۔

۳۔ ويؤت كل ذى فضل فضله (ھود ۳) اور وہ ہر فضل والے کو اس کا فضل دے گا۔

اوپر کی دونوں آیتوں میں اس کے فضل کا بیان ہے اور تیسری آیت کے کئی معانی ہوتے ہیں جن میں سے متعدد معانی تو تفسیروں میں گذرے ہیں جو سارے کے سارے برحق ہیں لیکن ایک معنی ایسا بھی ہے جس کی طرف مفسرین کی توجہ نہیں ہوئی یا کم از کم کسی تفسیر میں یہ معنی اس ناچیز کی نظر سے نہیں گذرا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے راقم کے دل

میں یہ معنی القاء فرمایا ہے وہ یہ کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی پر فضل و احسان کرتے ہوئے اس کے لیے نیک عمل کرے یا اپنے کسی نیک عمل کا ثواب اسے ہدیہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے کہ اے اللہ میرے اس عمل کا ثواب اپنے فضل وکرم سے فلاں بندے کو عنایت فرما دے تو وہ اپنے فضل و کرم سے اسے عطا فرما دیتا ہے جبکہ اس کے برابر خود اسے بھی عطا فرماتا ہے۔

## فضل عظیم

اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا جو معنی راقم کے دل میں القاء ہوا ہے اسے گرامر کی رو سے غلط نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اس معنی کی تائید حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور وہاں سے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے شرح الصدور میں نقل فرمایا ہے (ملاحظہ ہو) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

بلغنی ان فی کتاب اللہ' بن آدم ثنتان جعلتهما لک ولم یکونا لک وصیة فی مالک بالمعروف وقد صار الملک لغیرک و دعوة المسلمین لک وانت فی منزل لا تستعتب فیه من سئی ولا تزید فی حسن (شرح الصدور ص ۴۰۱ باب ماینفع المیت الخ)

مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ (آسمانی کتابوں میں) اللہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے اے آدم کے بیٹے میں نے اپنے فضل سے تجھے ایسی دو چیزیں دی ہیں جن کا تو مستحق نہ تھا ایک یہ کہ میں نے تیرے مال میں معروف کے مطابق تیری وصیت کو جائز کیا حالانکہ تیرے بعد وہ مال دوسروں کا ہو چکا اور تیرے حق میں مسلمانوں کی دعا کو قبول کیا حالانکہ تو ایک ایسے گھر میں ہے جہاں تو نہ تو گناہوں

سے توبہ کر سکتا اور نہ نیکی کر سکتا ہے۔

مطلب یہ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر اتاری ہوئی کسی کتاب میں انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے انسان میں نے تجھ پر جو احسانات کیے ہیں ان میں سے دو یہ بھی ہیں حالانکہ تو ان کا حقدار نہ تھا یہ میں نے محض اپنے فضل سے تیرے لیے کیے ہیں ایک یہ کہ جب تو اپنی زندگی میں وصیت کرے کہ تیرے مرنے کے بعد تیرے مال کا اس قدر (ہماری شریعت میں وصیت تیسرے حصے سے زیادہ نہ ہو یعنی زیادہ سے زیادہ تیسرا حصہ) فلاں کو (بشرطیکہ وہ وارثوں میں سے نہ ہو) دیا جائے یا اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اب جب تو مرے گا تو اس مال سے تیرا تعلق ختم ہو جائے گا وہ غیروں کی ملکیت ہو جائے گا لیکن میں نے تجھ پر اپنا فضل کرتے ہوئے حکم دیا کہ تیرے مال کو وارثوں میں تقسیم کرنے سے پہلے تیری وصیت پر عمل کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ تیرے مرنے کے بعد تیرے عمل جو تو کرتا تھا رک گئے مرنے کے بعد تو ایسے گھر (قبر) میں پہنچ جاتا ہے جہاں تو نہ تو گناہوں سے توبہ کر سکتا ہے کیونکہ توبہ کی جگہ تو دنیا ہے اور نہ ہی تو اس سے زیادہ نیکی کر سکتا ہے جو دنیا میں کر چکا مگر میں نے تجھ پر یہ فضل فرمایا کہ اگر کوئی تیرا ہمدرد تجھ پر فضل و احسان کرے کہ تیرے لیے کوئی نیکی کرے یا کسی نیکی کا ثواب دیتے ہوئے مجھ سے دعا و التجاء کرے کہ اس کے اس عمل کا ثواب میں تجھ تک پہنچا دوں تو میں اس کا فضل و احسان (اس کے عمل کا ثواب) تجھ تک پہنچا دیتا ہوں بلکہ میں تو خود اس پر بھی فضل کرتے ہوئے اتنا ہی ثواب پھر اس کو بھی عطا کر دیتا ہوں تاکہ اس کا اپنا دامن ثواب سے خالی نہ رہے۔

۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ لیس للانسان میں لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد کافر ہے چنانچہ جلیل القدر تابعی امام ربیع بن انس رضی اللہ عنہ حنفی بصری شاگرد رشید حضرت انس بن مالک و شاگرد رشید حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو ۱۳۹، ۱۴۰ھ

کو واصل بحق ہوئے فرماتے ہیں کہ

المراد بالانسان ھھنا الکافر یہاں انسان سے مراد کافر ہے۔ (التفسیر المظہری ۹-۱۲۷)

لہذا معنی یہ ہوگا کہ کافر اپنے ہی کیے کا پھل پائے گا مراد یہ ہے کہ کافر جو نیکی کرتا ہے اسے دنیا ہی میں اس کا پھل ملے گا۔ مثلاً شہرت کا حصول جس کے لیے وہ کرتا ہے یا دنیا کی زندگی میں پیش آنے والی بعض پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات و خلاصی، مگر یہ نہ ہوگا کہ کوئی اسے اپنے عمل کا ثواب دینا چاہے تو شرعاً" نہیں دے سکتا اور نہ ہی اسے پہنچے گا۔ اس طرح اس آیت سے منکرین کا استدلال درست نہ ہوگا۔

## صاحب تفسیر مظہری کا تسامح (غلط فہمی)

ہماری اس توجیہ سے صاحب تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمتہ کے تسامح کا جواب بھی آگیا کہ انہوں نے تفسیر مظہری میں اس قول ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ قول بے کار ہے اس کی وجہ لکھتے ہیں فان الکافر لایثاب بعمل نفسہ کہ کافر کو اس کے عمل کا ثواب ہی نہیں ملتا۔ قاضی صاحب کی یہ بات مطلقاً درست نہیں ہے کہ کافر کو اس کے عمل کا صلہ یا ثواب نہیں ملتا بلکہ کافر کو اس کی نیکی کا دنیا میں صلہ مل سکتا ہے چنانچہ علامہ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائنی علیہ الرحمتہ ۹۵۱ھ فرماتے ہیں

وقیل یستجاب دعاء الکافرین فی امور الدنیا ولا یستجاب فی امور الاخرۃ وبہ یحصل التوفیق بین الایۃ والحدیث (عصام الدین شرح شرح العقائد ص ۱۵۰

اور (بعض علماء کی طرف سے) کہا گیا ہے کہ دنیا کے معاملہ میں کافروں کی دعاء قبول کی جاتی ہے اور آخرت کے امور میں قبول نہیں کی جاتی اور اسی قول سے قرآن و سنت میں توفیق و تطبیق حاصل

مصری)

ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں مزید حوالے بھی ہیں مگر اختصار ان کے پیش کرنے میں مانع ہے۔

## ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ پہلی امتوں کے انبیاء علیہم السلام دوسروں کے لیے استغفار فرماتے تھے یہ بھی تو ایک کا دوسرے کو اپنے عمل سے نفع پہنچانا ہے۔ پھر اس میں اس امت کی خصوصیت تو نہ رہی۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے۔

۱۔ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین وللمؤمنات (النوح ۷۱-۲۸)

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوا اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔

اس میں حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام اللہ سے سب ایمان والوں کے لیے بخشش کی دعا کر رہے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے فرمایا کہ تیرے لیے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا (۱۹-۴۷) اسی طرح اور پیغمبروں کا بھی ذکر ہے۔

۱۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک کسی کے لیے استغفار یا فلاح و بہبود کی دعا کا تعلق ہے تو وہ ہر امت میں ہر مسلمان کے لیے جائز رہی ہے لیکن کسی امت کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ وہ اپنی بدنی یا مالی عبادت کا ثواب کسی اور مسلمان کو ہدیہ کرے یہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی امت کو ہی انعام دیا گیا ہے کہ

اس کاکوئی فرد دعا کے علاوہ اپنی بدنی یا مالی یا دونوں عبادتوں کا ثواب کسی مسلمان کو ہدیہ کرے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے۔

انه لا یصل لاحد ثواب حسنات غیره من الصلوة والصوم والصدقة والحج و نحوذلک ویکون من خصوصیات هذه الامة المرحومة (التفسیر المظهری ۹-۱۲۸)

یعنی پہلی امت میں سے کسی کی نماز' روزہ' صدقہ اور اسی طرح کی عبادت کا ثواب کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوتا تھا اور یہ اس امت مرحومہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

الحمدللہ اس امت پر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس کا کوئی فرد کسی بھی بھائی کے لیے کوئی دعا کرے صدقہ کرے یا کوئی بھی عبادت کرے مالی ہو یا بدنی یا دونوں اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جاتا ہے۔

## کسی کا گناہ دوسرے کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا

۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ لیس للانسان الا ماسعی میں للانسان کا لام علیٰ کے معنی میں ہو سکتا ہے اس صورت میں لاتزر وازرة وزراخری اور وان لیس للانسان الخ کے درمیان کی "و" کی تفسیر یہ ہوگی یعنی پہلی عبارت مفسر اور واؤ کے بعد کی عبارت اس کی تفسیر ہوگی۔

## نیکوں کو وسیلہ

۳- تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے چنانچہ تفسیر امام ابن جریر طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال هذه الایة منسوخة (بهذه الایة) والذین امنوا واتبعتهم ذریا تهم بایمان الحقنا

سیدنا ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کی ناسخ یہ آیت ہے "اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد

بهم ذریتهم وما التناهم من عملهم من شئی (الطور ۵۲-۲۱) — نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کوئی کمی نہ دی۔

اس کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

فادخل اللہ الابناء بصلاح الاباء الجنة (تفسیر جامع البیان ج ۲۹ ص ۴۴) — تو اللہ تعالیٰ نیک باپ دادوں کے وسیلہ سے گنہگار اولاد کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

اس آیت سے لیس للانسان الا ماسعی والی آیت منسوخ ہو چکی لہٰذا منکرین کا اس سے دلیل پکڑنا کہ کسی کی استغفار صدقہ و دعاء سے کسی دوسرے کو نفع نہیں پہنچتا غلط ہو گیا۔

الحمدللہ ثابت ہوا کہ نیک باپ داد ہوں ان سے ان کی اولادوں کو اگرچہ گنہگار ہوں مشائخ و بزرگان دین سے بیعت و روحانی تعلق اختیار کرنے والوں مریدوں کو اگرچہ گنہگار ہوں مشائخ کی دعاؤں اور ان کے وسیلہ سے نفع پہنچتا ہے اور پہنچے گا۔

## ایصال ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خصوصیت ہے

۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ ایصال ثواب اس امت کی خصوصیت میں سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بہ طفیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت اور شان خاص بخشی ہے کہ امت کے لوگ ایک دوسرے کو اپنی نیکیوں کا ثواب دے سکتے ہیں جب کہ پہلی امتوں کو یہ شرف اور یہ فضیلت حاصل نہ تھی اور فرمان الٰہی لیس للانسان الا ماسعی اپنے سیاق و سباق (ماقبل و مابعد) کے اعتبار سے پہلی امتوں سے تعلق رکھتا ہے یعنی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ علیہ

السلام کے صحیفوں میں ان کی امتوں کے حق میں یہ لکھا تھا کہ ان میں سے ہر شخص کو اسی کی کمائی کا پھل ملے گا۔ اس لحاظ سے بھی الانسان کا لام عہد خارجی کا ہو گا اور مراد سابقہ امتوں کے انسان ہوں گے۔

## لام جارہ بائیس معنوں میں آتا ہے

رہا یہ سوال کہ کیا لام جارہ حرف علیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام النحویین امام جمال الدین ابن ہشام الانصاری ۷۶۱ھ علیہ الرحمتہ مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب میں لکھتے ہیں کہ لام جارہ بائیس معنوں میں آتا ہے جن میں سے ایک حرف علیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے اس کی تین مثالیں قرآن میں موجود ہیں جہاں لام جارہ علیٰ کے میں ہے۔

۱- ویخرون للاذقان اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں۔ (الاسراء ۱۷ - ۱۰۹)

یہاں "للاذقان" کا لام جار "علیٰ" کے معنی میں ہے۔

۲- دعانا لجنبہ (جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو) وہ ہمیں کروٹ پر لیٹے (بھی) پکارتا ہے۔ (یونس ۸-۱۲)

یہاں بھی لجنبہ کا لام جارہ علیٰ کے معنی میں ہے۔

۳- وتلہ للجبین اور ابراہیم نے اسماعیل کو ماتھے کے بل لٹایا۔ (الصافات ۳۷-۱۰۳)

اس میں بھی للجبین کا لام جارہ علیٰ کے معنی میں ہے پھر شعراء عرب کے متعدد اشعار بھی پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں لام جارہ کو علیٰ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے لہٰذا اس صورت میں اس آیت کا معنی ہو گا کہ انسان کے اوپر اس کے اپنے ہی گناہ کا بوجھ ہو گا کسی اور کا نہیں۔ لہٰذا معترض و منکر کا اعتراض بے محل ہوا۔

## منکرین کا تیسرا اعتراض

منکرین کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر شخص کے بارہ میں ازل سے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اور قضا و قدر (تقدیر) میں طے پا چکا کہ فلاں کہاں جائے گا جنت میں یا (معاذ اللہ) دوزخ میں۔ چنانچہ حدیث میں ہے جف القلم بماھو کائن یعنی جو کچھ ہونے والا ہے اسے قلم لکھ کر خشک ہو چکی دوسری حدیث میں ہے جف القلم بالشقی والسعید (المقاصد الحسنة ۱۷۳) کہ قلم جنتی دوزخی لکھ کر خشک ہو چکی۔ جب ایسا ہی ہے کہ جنتی اور دوزخی لکھا جا چکا ہے۔ تو پھر کسی کے لئے ایصال ثواب میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہمارے عمل سے صدقہ و خیرات فاتحہ و دعاء و ختم قرآن، تیجہ دسواں وغیرہ سے کسی کی تقدیر نہیں بدل سکتی جس نے جہاں جانا ہے پہلے سے لکھا ہوا ہے جسے ہم بدل نہیں سکتے۔ لہٰذا یہ رسمیں خلاف عقل ہیں اور خلاف عقل کام نہیں کرنا چاہئے۔

اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ شارع صادق، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی شریعت پہنچائی انہوں نے ہی ہمیں ارشاد فرمایا کہ ہماری مالی اور بدنی عبادات اور دونوں کے مجموعہ کا ثواب جس مسلمان بھائی کو بھی ہم ہدیہ کریں یا بخشیں وہ اسے پہنچ جاتا ہے خواہ وہ زندہ ہو یا دنیا سے رخصت ہو گیا ہو خواہ وہ ثواب ہم اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے پہلے روز کریں یا دوسرے روز یا تیسرے یا پانچویں یا ساتویں یا دسویں یا چالیسویں یا چھ ماہ بعد یا سال بعد کریں خواہ یہ عمل کبھی کبھی کریں یا اسے محض ثواب کا باعث سمجھتے ہوئے اور نفلی کام تصور کرتے ہوئے ہمیشہ کرتے رہیں اور اسے اپنی عادت معمول اور رسم بنا لیں جب کہ ہماری نیت میں رضائے الٰہی کے حصول اور دوسرے انسان کی بھلائی و بہتری کے سوا کچھ نہ ہو بلاشبہ یہ جائز ہے صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ خوشخبری سنائی اور فرمایا تمہارے اس کام کا ثواب دوسرے کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے نفع اٹھاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے سامنے ہماری عقل ناقص کی

کوئی اہمیت نہیں۔

## دین کو عقل کے تابع نہیں، عقل کو دین کے تابع کریں

ہمیں بزرگوں نے یہی سبق دیا ہے کہ تم دین کو عقل کے تابع نہ کرو بلکہ عقل کو دین کے تابع کرو چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ
قبلہ خود ساز ذات مصطفیٰ ﷺ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر اپنی عقل قربان کردو اور اپنا قبلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بناؤ اور اقبال مرحوم کہتا ہے۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

یعنی منزل تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں اگر کہیں عقل ان کی حکمت سمجھنے سے قاصر ہو تو اسے چھوڑ دے۔ شریعت کو نہ چھوڑ۔

## فرمان حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اہل سنت کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ مسح موزوں کے اوپر کیا جائے گا۔ نیچے تلووں کی طرف نہیں، حالانکہ زمین پر چلتے ہوئے اگر پاؤں کو نجاست لگے تو عموماً نیچے ہی لگتی ہے پاؤں کے اوپر یعنی پاؤں کی پشت پر نہیں۔ لہٰذا عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ مسح موزوں کے نیچے پاؤں کے تلووں پر کیا جائے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح نیچے کی بجائے اوپر فرمایا اس لئے یہاں رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے عمل و تعلیم پر اپنی عقل و رائے کو ترک کرنا پڑا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

لوکان الدین بالرای لکان اسفل     اگر دین کا معاملہ محض عقل و قیاس سے

الخف اولی بالمسح من اعلاہ وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی الخفین علی ظاہر خفیہ (سنن ابی داؤد ج ا ص ۲۲)

ہوتا تو مسح میں موزے کا تلوا اس کے اوپر سے بہتر ہوتا حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے دو موزوں کی پشت پر مسح فرماتے ہیں۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ دین کے معاملہ میں اپنی عقل یا اپنے قیاس پر چلنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ہی چلنا ضروری ہے کیونکہ دین کی حکمتیں اور آخرت کے معاملات' قبر اور اس سے آگے کے حالات سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں ہمیں یہ نہیں کہنا یا سمجھنا چاہئے کہ ہماری طرف سے فاتحہ یا قراءۃ و تلاوت یا صدقہ و خیرات یا دعائیں انہیں کیسے پہنچ سکتی ہیں وہ تو ختم ہو گئے' فنا ہو گئے۔

## موت فنا کا نام نہیں

نہیں نہیں ہرگز نہیں' موت فنا کا نام نہیں۔ موت تو ایک (دنیا کے) گھر سے دوسرے (آخرت کے) گھر میں منتقل (Shift) ہو جانے کا نام ہے۔ اس سلسلے میں ہماری شاندار علمی تحقیق اسلم التفاسیر کی "سورہ ملک" کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز ہماری کتاب "تحفہ مومن" اور ہماری کتاب "عالم برزخ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اگر موت فناء محض کا نام ہوتا تو پھر شریعت کی طرف سے میت کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم کیوں ہوتا۔ کیونکہ جو مٹ گیا اور فنا ہو گیا اس کے لئے ان تکلفات کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح "اہل قبور" کو سلام کرنے کا حکم کیوں ہوتا؟ اور زیارت قبور کا حکم کیوں ہوتا۔ پھر منکر نکیر قبر میں سوال کرنے کیوں آتے؟ پھر مومن سے سوال کرنے کے بعد اسے یہ کیوں کہتے "نم کنومۃ العروس" کہ دولہن کی طرح خوش خوش

اور بے فکری کے ساتھ آرام سے سو جا پھر اس فرمان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معنی ہو گا۔ انہ یسمع قرع نعالھم (مشکوۃ ۲۴) کہ صاحب قبر اسے دفنا کر واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز کو سن رہا ہوتا ہے۔ بہرصورت وہاں ایک عالم ہے۔ اس دنیا سے بھی کئی گنا بڑا عالم بلکہ اس قدر بڑا جس قدر یہ دنیا ماں کے پیٹ سے بڑا عالم ہے۔ وہاں ایک زندگی ہے اور مومن کے لئے تو ایسی زندگی ہے جو اس دنیا کی زندگی سے بہت ہی بلند و بالا زندگی ہے۔

## بے کار سوال

پھر یہ سوال ایک بے کار سوال ہے کہ جب سب کچھ لکھا جا چکا ہے اور جنتی دوزخی ہونا تقدیر میں طے ہو چکا ہے تو کسی کی فلاح (نجات) کے لئے یہ تیسرے' ساتویں' دسویں یا چالیسویں کے ختم دلانے' قرآن کریم پڑھنے پڑھوانے اور دعائیں کرنے کرانے کا کیا فائدہ؟ اس لئے کہ تقدیر' تلاش اسباب اور جدوجہد کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تقدیر میں یہی لکھا ہو کہ فلاں کی بخشش فلاں کی دعا سے ہو گی۔ ہمیں تو علم نہیں ہے البتہ اس بات کا امکان ضرور ہے کہ کسی کی بخشش یا آخرت کی ترقی بعض بندوں کی دعاؤں اور تلاوت قرآن اور صدقہ و خیرات سے ہی لکھی ہو تو ہم اس سلسلے میں کیوں غفلت و سستی کریں ہمیں اپنی طرف سے تو کوشش ضرور کرنا چاہئے۔ جیسے ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے تو اسے فوراً حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے التجا کرتے ہیں کہ جناب اس مریض کا اچھی طرح معائنہ فرمائیے اور پوری توجہ سے علاج کیجئے تاکہ ہمارے مریض کو جلدی شفاء حاصل ہو جائے' مگر یہ کوئی نہیں کہتا بلکہ خود فاتحہ درود کے منکرین بھی نہیں کہتے کہ مریض کو ڈاکٹر کے پاس کس لئے لے جائیں بلکہ تقدیر کو دیکھیں اگر تقدیر میں اس کو آرام ہونا ہے تو خود ہی ہو جائے گا اور اگر اسے مرنا ہے تو دوا کرانا بیکار ہو جائے گا بلکہ یہ منکرین فاتحہ بھی اپنے

مریضوں کو تو طبیبوں، حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس بایں خیال لیے لیے پھرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے ہاں یہی لکھا ہو کہ اس کا علاج ہو گا تو شفاء پائے گا لہٰذا علاج ضرور کرانا چاہئے۔ لہٰذا سوئم وغیرہ کی فاتحہ و درود و ختم قرآن اور اللہ کے بندوں کی دعاؤں کو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔ اور ان کا انکار کرنے کی بجائے ان حقائق کو تسلیم کیجئے کہ ان امور سے میت کو قطعاً اور یقیناً فائدہ پہنچتا ہے بلکہ عمل کروانے والے کو بھی اپنی جگہ الگ ثواب ملتا ہے ورنہ تقدیر ہی پر انحصار کرنا ہے تو پھر یہ کاروبار، دوکان داریاں، کھیتی باڑی کرنا، تجارت کرنا، خطرناک چیزوں سے پرہیز کرنا، مفید چیزیں حاصل کرنا، اپنی حفاظت کا بندوبست کرنا بلکہ نیکی کرنا اور برائیوں سے بچنا سب معاملات بیکار تکلفات اور تقدیر الٰہی کے خلاف ٹھہریں گے حالانکہ تقدیر پر یقین کامل رکھنے کے باوجود یہ سب کچھ کیا جاتا ہے تو اس جہان سے رخصت ہونے والوں نے کون سا جرم کیا ہے کہ جب ان کو فائدہ پہنچانے کا مسئلہ پیش ہو تو اسے تقدیر کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ فکر ایک مومن کی فکر نہیں ہے بلکہ مومن کا کام ہی اپنے حسن عمل سے اور بزرگوں کی دعاؤں سے اپنی اور دوسرے بھائیوں کی تقدیر سنوارنا ہے۔

مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی<br>
راز ہے راز ہے تقدیر جہان تگ و تاز<br>
جوش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

اقبال

بلکہ تقدیر الٰہی پر یقین کے باوجود خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسباب کو اپنانے اور اختیار کرنے کا حکم دیا اور خود بھی انہیں اپنایا اور اختیار فرمایا جن کا تعلق معیشت و زراعت تجارت صنعت و حرفت کو بہتر بنانے سے ہے اور جن کا تعلق منافع و فوائد کے حصول اور نقصانات سے بچنے کے ساتھ ہے نیکی کرنے اور گناہوں سے بچنے کا حکم دیا۔

## تقدیر کی قسمیں اور کون سی تقدیر ٹل جاتی ہے؟

پھر تقدیر کی بھی دو قسمیں ہیں اور بعض کے نزدیک تین- ایک مبرم یہ علم الٰہی میں کسی پر معلق و موقوف نہیں- مبرم کا معنی ہے قطعی اور ناقابل تبدیل جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لا تبدیل لکلمات اللہ (یونس ۶۴) کہ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں' دوسری جگہ مایبدل القول لدی (ق ۲۹) کہ میرے ہاں بات بدلتی نہیں- اس کا نام مبرم حقیقی بھی ہے' یہ تقدیر کسی کی دعا یا دوا سے پیچھے نہیں ہوتی' اگر اللہ تعالٰی کے محبوب مقرب بندے اللہ تعالٰی سے اس کے ٹالنے یا پھیرنے کی دعا کریں تو انہیں اللہ تعالٰی کی طرف سے اس دعا یا اس خیال سے باز رکھا جاتا ہے اور انہیں اس کا نعم البدل (اس سے بہتر چیز) دے کر ان کو راضی اور خوش کر دیا جاتا ہے' خواہ وہ نعم البدل اس دنیا کی کوئی چیز ہو یا آخرت کا اجر و ثواب و ترقی مراتب' جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ میں نے اللہ تعالٰی سے دعا مانگی کہ میری امت* میں باہمی جھگڑا اور لڑائی نہ ہو' یہ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ایسا ہو کر رہے گا' اس میں میری حکمت ہے' میں آپ کو اس سے بہتر چیز عطاء کروں گا اور وہ کل امت کی شفاعت ہے تو میں نے اللہ سے اس نعم البدل (امت شفاعت) کا حق لے لیا (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں ہماری کتاب نداء یا محمد یارسول اللہ کا مطالعہ بہت مفید ہو گا)-

دوسری تقدیر معلق محض ہے اور یہ وہ ہے جسے لوح محفوظ میں کسی چیز کے ساتھ معلق کر کے لکھا گیا ہے' مثلاً وہاں لکھا ہے کہ اگر زید نے اللہ سے وسعت رزق کی دعا کی تو اللہ اس کا رزق وسیع فرمائے گا یا فلاں مصیبت زدہ کے لئے فلاں بزرگ نے دعا کر دی تو اس کی مصیبت دفع ہو جائے گی' (لیکن یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ کیا ہو گا' کیونکہ علم الٰہی کسی شک و تردد سے پاک ہے' اس میں تبدیلی اور تغیر نہیں ہو

سکتا)۔ یہ جو حدیثوں میں ہے کہ تقدیر دعا وغیرہ سے بدل جاتی ہے' وہ یہی تقدیر معلق ہے۔

اور تیسری تقدیر مشابہ مبرم ہے۔ جو لوح محفوظ پر تو موقوف و معلق نہیں ہے۔ جیسے مبرم حقیقی کسی شے پر موقوف و معلق نہیں ہے' مگر علم الٰہی میں کسی شے پر موقوف و معلق ہے' جیسے لوح محفوظ پر کسی کی عمر تیس سال لکھی ہے' مگر علم الٰہی میں ہے کہ جب تیس سال پورے ہونے پر حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کے پاس روح قبض کے لئے جائیں گے تو فلاں بزرگ اس کے لئے درازی عمر کی دعا کریں گے تو اللہ تعالٰی ان کی دعا کی برکت سے اس کی زندگی میں بیس سال کا اضافہ کر دے گا تو علم الٰہی میں اس کی عمر ساٹھ سال ہے' جب کہ لوح محفوظ میں تیس سال اس تقدیر کو تقدیر مشابہ مبرم کہتے ہیں تقدیر معلق اور تقدیر مشابہ مبرم دعا و احسان اور سخاوت وغیرہ ایسے نیک اعمال سے بدل جاتی ہے۔ اور اس کا یہ بدلنا لوح محفوظ میں ہوتا ہے' نہ کہ علم الٰہی میں کیونکہ علم الٰہی میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ یہ دعا و استغفار سویم وغیرہ کی فاتحہ وغیرہ صدقہ و خیرات سب وہ اسباب ہیں' جن کی وجہ سے اس شخص کو فائدہ پہنچتا ہے' جس کے لئے یہ کیے جائیں اور خود کرنے والے بھی فائدہ سے خالی نہیں رہتے اور ان کا تعلق تقدیر معلق یا مشابہ مبرم سے ہے۔ (تفسیر مظہری زیر آیت یمحواللہ مایشاء ویثبت (نبراس شرح عقائد زیر بحث نفع الدعاء)

## منکرین کا چوتھا اعتراض

منکرین فاتحہ و درود کا چوتھا اعتراض وہ ہے' جو انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی طرف منسوب "احکام شریعت" کے حوالہ سے فقہاء کی عبارات کی روشنی میں کیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے (بحوالہ مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ)

۱۔ صحابہ اہل میت کے ہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی

نیاحت (مردے پر اونچی اونچی آواز کے ساتھ رونے پیٹنے) سے شمار کرتے تھے۔

۲۔ اس میں میت کے ہاں جمع ہونے اور کھانا تیار کرانے کا ذکر ہے' جسے ناجائز ٹھہرایا گیا ہے۔

جواب اس کا ظاہر ہے کہ جس گھر میں میت ہو گی اس گھر میں لوگوں کا اکٹھا ہونا اور کھانا تیار کرنا کرانا کبھی جائز کام قرار نہیں پا سکتا۔ اس میں لوگوں کے اہل میت کی تعزیت (اظہار افسوس) دلجوئی' میت کو غسل دلانے کفن دلانے' قبر کھدوانے' میت گھر سے لے جانے' جنازہ پڑھنے پڑھانے' میت کو دفنانے پھر اس کے بعد اہل میت کے ہاں جمع ہو کر میت کے لئے فاتحہ و اجتماعی دعا کرانے کی کہاں ممانعت آئی ہے۔ یہ سب کام تو اس صدمہ و مصیبت کے وقت تعاون باہمی کا مظاہرہ ہیں' جن کا خود قرآن میں حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

| | |
|---|---|
| تعاونوا علی البر و التقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الخ (المائدہ ۲) | کہ نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو |

جو حدیثیں معترض نے پیش کی ہیں' ان میں اور بات ہے' جس کا ہمارے ہاں تصور ہی نہیں ہے' وہ یہ کہ اہل میت کے ہاں جمع ہو کر ان سے کھانا تیار کرانا اور دعوت کا اہتمام کرانا' چنانچہ "بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی" میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں وکلفو هم صنعة الطعام لغيرهم (ج ۷ ص ۹۵) کہ اہل میت کے ہاں کھانا تیار کرانا جو ممنوع ٹھہرایا گیا ہے' اس صورت میں ہے کہ لوگ ان کے ہاں اکٹھے ہو کر ان کو کھانا تیار کرنے کی تکلیف دیں۔ یہ یقیناً گناہ و زیادتی ہے' بلکہ ان کے لئے تو باہر سے ہی کسی ہمدرد کو کھانا تیار کر کے کھلانا چاہیئے' کیونکہ ان پر رنج و غم کا غلبہ ہے' اس حالت میں انہیں کھانا ہی پکانے کی کہاں سوجھے گی۔ اہل سنت بھی میت کے ہاں اہل میت سے کھانا پکوانے کو اسلامی نقطہ نظر تو کجا اسے انسانی ہمدردی کے بھی

خلاف سمجھتے ہیں' لہٰذا ان حوالوں کی آڑ میں معترض کا ایصال ثواب کی تقریب پر اعتراض جہالت و نادانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تشبہ

معترض کہتے ہیں کہ بعض ہندوؤں کے گھروں میں میت سے متعلقہ کچھ ایسی رسومات ہیں' جو مسلمانوں کی رسومات تیجہ وغیرہ سے ملتی جلتی ہیں لہٰذا مسلمانوں کو ان سے یعنی تیجہ وغیرہ کی رسم سے پرہیز کرنا چاہئیے' تا کہ غیر مسلموں سے مشابہت و مماثلت نہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا' وہ اسی قوم سے ہو گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بحمداللہ اس میں مسلمان اتباع شریعت و اطاعت سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیروی ائمہ دین و فقہاء شرع متین کی نیت کرتے ہیں نہ کہ ہندوؤں کی' کیونکہ تشبہ میں نیت تشبہ کا ہونا ضروری ہے' یعنی عمل کرنے والے کی نیت میں ہونا چاہئیے کہ وہ یہ کام فلاں کی پیروی فلاں سے مشابہت کے طور پر کر رہا ہے۔ محض اتفاقی طور پر دو قوموں کے درمیان بعض امور میں مشابہت پیدا ہو جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔

## تشبہ میں قصد شرط ہے

چنانچہ علامہ شامی فتاویٰ شامی میں امام کے محراب میں کھڑے ہونے کی بحث کے تحت لکھتے ہیں کہ

ان التشبة انما یکرہ فی المذموم و فیما قصدبه التشبه لا مطلقا (فتاوٰی شامیہ ج ا ص ۶۳۶)

تشبہ بری باتوں میں ہی منع ہے اور یہ کہ اس میں منع ہے' جس میں نیت و قصد تشبہ ہو مطلقاً منع نہیں ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ فقہی شرعی اعتبار سے محفل فاتحہ و ایصال ثواب سوئم

وغیرہ پر معترضین کا اعتراض فقہ و شریعت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

## ختم ساتواں و جمعرات

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

و مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز و تصدق از میت نفع میکند اورابے خلاف میان اہل علم و وارد شدہ است دراں احادیث صحیح (الی ان قال) ودر بعضے روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانہ خود راشب جمعہ پس نظر میکند کہ تصدق مے کند از وے یانہ (اشعۃ ج ا ص

کسی کے اس دنیا سے جانے کے بعد مسلسل سات روز تک صدقہ و خیرات کرنا ثواب ہے اور صدقہ خیرات کا میت کو نفع پہنچتا ہے' اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں' اس سلسلے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعرات کو اپنے گھر آتی اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کیے جا رہے ہیں یا نہیں۔

۷۸۷)لہذا ثابت ہوا کہ جمعرات کو جو فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس کی اصل یہی احادیث و روایات ہیں' جنہیں ائمہ دین بیان فرما رہے ہیں۔ معترضین ان سے بے خبرو بے ہدایت ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور۔

## حضرت حمزہؓ کا ایصال ثواب

علامہ عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمتہ نے انوار ساطعہ میں خزانتہ الروایات کے حاشیہ کے حوالے سے لکھا ہے' اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا' یہ تیجہ وغیرہ کی اصل ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۲۴۷)

# اہل میت کا ایصال ثواب کی نیت سے کھانا پکانا جائز ہے

خزانۃ الروایات میں ہے۔

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی یوم المصیبۃ و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ کبیرا فان کان فی الورثۃ صغیرا لم یتخذوا ذالک من الترکۃ

اور اہل میت کو مصیبت کے روز دعوت پکانا مکروہ ہے اور اگر وہ فقراء کے لئے کھانا بنائیں تو اچھی بات ہے جبکہ وارث بڑے ہوں اور اگر وارثوں میں کوئی چھوٹا ہو تو ترکہ سے کھانا نہ پکائیں۔

(خزانۃ الروایات ج۱ صفحہ ۲۴۶)

یہاں سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اہل میت کو مطلقاً کھانا پکانا ممنوع نہیں ہے بلکہ دعوت کرنا منع ہے یعنی وہ دعوت جو شہرت اور ریا کی غرض سے کی جاتی ہے منع ہے چنانچہ خزانۃ الروایات جو احناف کی معتبر کتاب ہے اور سینکڑوں سالوں سے اکابر علماء سند کے طور پر اس سے حوالے نقل کرتے چلے آرہے ہیں اس میں ہے کہ

لما اصیب حمزۃ رضی اللہ عنہ قال لا ھلہ اصنعوا لا ھلہ طعاما فانھم فی شغل قیل الست نہیت یا رسول اللہ عنہ ذلک قال انما نہیتکم عن الریاء والسمعۃ ویستحب ان یتصدق عن المیت بعدہ الی سبعۃ ایام

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ حمزہ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو وہ لوگ مصروف ہیں تو آپ سے عرض کی گئی کہ کیا آپ نے اہل میت کو کھانا پکانے سے منع نہیں فرمایا آپ نے فرمایا میں نے ریا

اور شہرت کے طور پر کھانا پکانے سے منع
کیا ہے اور مستحب ہے کہ مرنے والے (خزانۃ الروایات ج ۱ صفحہ ۲۴۵)
کے بعد سات دن تک صدقہ دیا جائے۔

حضرت حمزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور چچا باپ کی جگہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ عم الرجل صنو ابیہ کہ انسان کا چچا اس کے باپ کی طرح ہے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل میت (میت والے) ہوئے پھر اپنے گھر والوں کو کھانا پکانے کا فرمانا گویا خود اہل میت کا اپنے گھر کھانا پکانا ہوا اس لئے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے اہل میت کو کھانا پکانے سے منع نہیں فرمایا؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں اس سے میری غرض یہ تھی کہ شہرت اور ریا کے لئے نہ پکایا جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل میت کو مطلقاً کھانا پکانا اور ان کے ہاں کھانا" کھانا منع نہیں ہے۔

مولوی صاحب پھر لکھتے ہیں

"یہ جملہ اذکار اور صدقات و خیرات یقیناً مرحومہ کے درجات کی بلندی کا ایک عمدہ ذریعہ ہیں خصوصاً جبکہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوں اور رسومات کی ادائیگی کے جذبہ سے ماورا ہوں۔"

اس کے واسطہ سے ان مولوی صاحب سے میرا ایک سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے آپ کے جملہ اذکار اور صدقات و خیرات کو محض رضائے الٰہی کی خاطر تصور کیا اور رسومات کی ادائیگی کے جذبہ سے ماورا خیال کیا؟

اگر وہ ہاں میں جواب دیں تو پھر آپ کو اتنا بڑا لمبا چوڑا خط کیوں لکھا؟ اور اگر جواب نہ میں دیں تو پھر کیا اس کی قبولیت کی دعا خالص منافقت اور دھوکا بازی اور جعل سازی نہ ٹھہری؟

## نیک کاموں کی رسم

رہا معترض مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ کسی کے مرنے کے بعد جملہ اذکار اور

صدقات و خیرات یقیناً مرحوم کے درجات کی بلندی کا ایک عمدہ ذریعہ ہیں خصوصاً جبکہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوں اور رسومات کی ادائیگی کے جذبے سے ماورا ہوں۔

اس میں بھی وہ اہل سنت کو دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ اذکار اور صدقہ و خیرات کو رسم نہ بنالیا جائے۔

رسم کا معنی "طریقہ" ہے اردو کی لغات اٹھا کر دیکھئے کہ ان میں رسم کا کیا معنی لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی نیک کام کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے یعنی اسے ہمیشہ کے لئے نہ اپنا لیا جائے مولوی صاحب کی یہ بات قرآن و حدیث کے خلاف ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں کسی بھی نیک کام کی رسم ڈالنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اس پر اجر و ثواب کی خوشخبری بھی دی گئی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم (البقرہ ۱۴۰)

(ترجمہ) "اور جو شخص اپنی طرف سے اچھا کام کرے تو بے شک اللہ صلہ دینے والا خوب جاننے والا ہے"۔

اور حدیث بھی ملاحظہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

من سن فی الا سلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ الخ (مشکوۃ)

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اس کے لئے اس میں ثواب ہے اور ان کے لئے بھی ثواب ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے (اسی طرح برے طریقہ کے گناہ کا معاملہ ہے)

قرآن پاک کی مذکورہ آیت میں لفظ "خیرا" اور سنۃ حسنۃ ہر طرح کی نیک اور ہر اچھی رسم اور طریقہ کو شامل ہے اور خاص کر لفظ "سنۃ" جس کا معنی طریقہ و رسم کا ہے گویا حدیث میں کسی بھی نیک کام کو بطور رسم و طریقہ اپنانا بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینا باعث اجر و ثواب بتایا گیا ہے لہٰذا معترض کا یہ کہنا کہ "رسومات کی

ادائیگی سے ماورا ہوں۔" غلط خیال ہے بلکہ سراسر غلط خیال ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں ترغیب دی جا رہی ہے کہ اچھی رسمیں جن سے معاشرہ، ملک، ملت، دین یا کسی شخص کو فائدہ پہنچے جاری کرنا بڑا ثواب ہے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا

خیر الناس من ینفع الناس — بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

## رسم میلاد شریف

مثلاً محفل میلاد شریف جو ایک رسم بن گئی ہے کہ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو منعقد کی جاتی ہے اس رسم کو محدثین نے باعث اجر و ثواب و باعث برکات قرار دیا ہے چنانچہ امام نووی، شارح مسلم کے استاذ امام ابو شامہ متوفی ۶۶۵ھ فرماتے ہیں۔

و من احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من صدقات و اظہار الزینۃ و السرور الخ (الباعث فی انکار البدع و الحوادث ۲۶)

اور بدعت حسنہ میں سے وہ رسم ہے جو ہمارے زمانہ میں معرض وجود میں لائی گئی کہ لوگ ہر سال یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن صدقات و خیرات کرتے اور آرائش و خوشی کا اظہار کرتے ہیں اس میں غریبوں اور فقیروں کی امداد کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

تو تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہ اور سالانہ کسی کی فاتحہ کا اہتمام کرنا بھی دین سے لگاؤ ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس رسم نیک میں قرآن ختم ہوتے ہیں کلمے پڑھے جاتے ہیں صدقات و خیرات کی جاتی ہیں ان کے کرنے سے کرنے والے کو ثواب، مرنے والوں کو اجر اور غریبوں اور فقیروں کو کھانا میسر آتا ہے پھر تبرک کے اعتبار سے امیر و غنی کو بھی

فائدہ پہنچتا ہے۔

## اتمام حجت

چونکہ معترض نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی طرف منسوب کتاب ''احکام شریعت'' کا حوالہ پیش کیا ہے لہٰذا ہم آخر میں ان چار صورتوں کو پھر سے بیان کر دیتے ہیں تاکہ قارئین خوب اندازہ کرلیں کہ معترض صاحب نے کس قدر بڑا مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ درج ذیل صورتوں میں اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت کرنا ممنوع ہے۔

اولاً: لوگوں کا اہل میت کے ہاں جمع ہونا اور کھانا تیار کرانا۔ (یعنی ان سے کہہ کر کھانا تیار کرایا جائے) (احکام شریعت صفحہ ۲۹۲)

ثانیاً: دعوت میں خرچ ہونے والے مال میں نابالغ بچوں کا حق وراثت شامل ہو (صفحہ ۲۹۴)

ثالثاً: ان عورتوں کی دعوت کی جائے جو افعال منکرہ (ناجائز کام کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا، پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا۔) (صفحہ ۲۹۵)

رابعاً: دعوت میں اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرنا۔ (۲۹۶)

فقہاء نے انہیں صورتوں میں کھانے کی دعوت کو منع کیا ہے جس کا مسئلہ ایصال ثواب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہوا کہ اگر ان چار صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اہل میت کا کھانا جائز ہے جبکہ ان کا کوئی عزیز یا پڑوسی اہل میت کے لئے اور تکفین و تجہیز و تدفین اور تعزیت و فاتحہ و دعاء کے لئے آئے ہوئے کھانے کے غیر طلبگار

لوگوں کے لئے اپنی ذاتی خوشی و جذبہ ہمدردی سے حسب استطاعت اور بلا تکلف کھانے کا انتظام کرے یا کسی ایسے عزیز یا پڑوسی نہ ہونے کی صورت میں اہل میت اپنے طور پر اپنی استطاعت کے مطابق اور کسی تکلف کے بغیر کھانے کا اہتمام کریں تو ضرورت مند وہاں سے کھا سکتا ہے خاص کر غریب فقراء و صلحاء تاکہ میت کو اس کا ثواب پہنچے ہاں اگر اس کھانے پر فاتحہ پڑھ دی جائے تو غنی بھی بطور تبرک اس سے کھا سکتا ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر دلائل سے ثابت کریں گے۔

## وصیت اعلیٰ حضرت

خود اعلیٰ حضرت کے وصایا شریف ملاحظہ فرمایئے اس میں فرماتے ہیں کہ میرے لئے جو فاتحہ دلائی جائے اس فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر' غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو (وصایا شریف صفحہ ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت اہل میت کے کھانا پکانے اور اس پر فاتحہ دیکر اسے فقراء میں تقسیم کرنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

اور اغنیا کو نہ دینے کا حکم مصلحت کے طور پر دیا کیونکہ وہ تو کھاتے ہی رہتے ہیں مگر فقراء بیچارے تنگ دست ہوتے ہیں کہ ان کو دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کم ہی میسر آتا ہے فاتحہ کا کھانا پیٹ بھر کر کھائیں گے تو دعا کریں گے آپ نے یہ نہ فرمایا کہ اغنیاء کو فاتحہ کا کھانا بطور تبرک ناجائز ہے بلکہ آپ نے فتاویٰ رضویہ میں فرمایا اگر چاہیں تو فاتحہ کا کھانا اغنیاء بطور تبرک لے سکتے ہیں (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۸۷ طبع لکھنؤ انڈیا)

## پانچواں اعتراض تعیین ایام

معترض نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ تیجہ یا ساتواں اور چالیسواں میں چونکہ دن

معین و مقرر ہیں اور "تعیین ایام" (دنوں کا مقرر کرنا) شریعت میں منع ہے لہٰذا یہ کام نا جائز ہیں۔ اس سلسلے میں معترض نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ نہ قرآن سے نہ حدیث سے اور نہ ہی فقہ کی کسی کتاب سے کہ کسی جائز یا نیک کام کے لئے دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نیک اور جائز کاموں کے لئے دن مقرر کرنا اس مصلحت سے جائز ہے کہ وہ دن لوگوں کو معلوم ہو تاکہ وہ خود بخود اس روز پہنچ کر سماجی کام میں شرکت کر سکیں یا نیکی میں حصہ لے سکیں اور ثواب پائیں جبکہ دن مقرر کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ نیک کام اس دن کے علاوہ کسی اور دن میں کرنا جائز نہیں۔

قرآن کریم میں ہے۔

| | |
|---|---|
| و ذکر فان الذکری تنفع المؤمنین (الذاریات ۵۵) | نصیحت کیجئے تو بے شک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ |

قرآن میں ایمان والوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا حکم ہے مگر اس کے لئے قرآن نے کسی دن کی کوئی شرط یا قید نہیں لگائی۔ جب شریعت کسی بات کا حکم دے یا اسے جائز قرار دے اس میں وقت وغیرہ کی شرط یا قید نہ لگائے تو اس میں اہل ایمان کے لئے آسانی ملحوظ ہوتی ہے کہ اہل ایمان اپنی مصلحتوں یا ضرورتوں کے تحت یا موقع و محل کی مناسبتوں سے وقت کا تعین خود ہی کر لیں۔

اب اگر معترض کہے کہ نصیحت کرنا تو درست ہے مگر اس کے لئے تعین ایام (دن مقرر کرنا) درست نہیں تو پھر دن اور وقت مقرر کئے بغیر مسلمانوں کو نصیحت کرنے کی کیا صورت ہو گی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے دن معین کئے بغیر کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کے لئے دن مقرر فرمایا

صحیح موطا میں ہے کہ عورتوں نے عرض کی یارسول اللہ مرد ہم سے آپ پر غالب آگئے ہیں یعنی وہ ہر وقت آپ کے ساتھ ہوتے ہیں تو فاجعل لنا یوما من نفسک "آپ اپنی صوابدید پر ہمارے لئے کوئی دن معین فرمادیں جس میں آپ ہمیں وعظ و نصیحت فرمایا کریں۔ تو آپ نے ان سے اسبات کا وعدہ فرمالیا کہ ان کے لئے دن معین فرمائیں گے تو آپ نے ان کے لئے دن معین فرمایا اور اس دن ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا (صحیح البخاری ۱:۲۰) اس کی شرح میں امام عینی فرماتے ہیں کہ ای عین لنا یوما (عمدۃ القاری ج ۱ صفحہ ۱۳۲) جائز ہے کہ ہمیں وعظ فرمانے کے لئے کوئی دن معین و مقرر فرما دیں تو آپ نے فرما دیا (عمدۃ القادری ج ۱ - ۱۳۲) ثابت ہوا کہ جائز کام کے لئے دن کی تعیین جائز ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ ان کے شاگرد رشید حضرت شقیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

يذكر الناس في كل خميس فقال له رجل يا ابا عبدالرحمٰن لوددت انک ذکر تنا فی کل یوم قال اما انه يمنعني من ذلک انی اکره ان املکم و انی اتخولکم بالموعظة كما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السامة علينا

ہر جمعرات وعظ فرماتے تھے تو ان سے ایک شخص نے عرض کی کہ اے ابو عبدالرحمن ضرور مجھے یہ بات پسند ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں۔ فرمایا خبردار' بلاشبہ مجھے اس سے یہ بات روکتی ہے کہ میں کہیں تمہیں اکتا نہ دوں اور میں وعظ کے معاملہ میں تمہارا خیال رکھتا اور تمہاری رعایت کرتا ہوں جیسا کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اکتا جانے کے اندیشہ سے وعظ کے معاملہ میں ہماری رعایت فرماتے تھے۔

صحیح البخاری ۱: ۱۶ صحیح مسلم ۱: ۳۷۷)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہر جمعرات کو وعظ کرنا اپنا معمول بنا لیا تھا اور دن مقرر کر لیا تھا۔ معترض نے اعتراض تو کر دیا کہ تعیین ایام سے ہمارے اکابر نے منع کیا ہے اب معترض کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے اکابر یہ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فقہ سیکھنی ہو عبداللہ بن مسعود سے سیکھے انہوں نے جمعرات کو وعظ کرنے کا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ رسم بنا لی تھی۔ واضح ہوا کہ اچھی بات کو معمول بنا لینا رسم بنا لینا اور اس کے لئے کسی مصلحت کے پیش نظر کوئی دن مقرر کر لینا بلا شبہ نہ صرف جائز بلکہ سنت صحابہ کرام بلکہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ اس کی شرح میں امام بدرالدین عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں

فیہ ما کان علیہ الصحابة رضی اللہ عنہم من الاقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم و المحافظة علی سننہ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۲: ۴۸)

اس حدیث میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کی سنت کی پیروی کرتے تھے۔

ابھی بخاری کے حوالہ سے حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی خواہش پر ان کے لئے وعظ کا ایک دن مقرر فرمایا تھا اس لئے عبداللہ بن مسعود نے بھی آپ کی سنت کی روشنی میں وعظ کے لئے ایک دن مقرر کیا تھا۔ اب معترض کے لئے جائے عبرت کہ وہ اپنے خود ساختہ اکابر کی اندھی تقلید میں نیک کاموں کے لئے ایام کی تعیین کو حسب معمول ناجائز ٹھہرائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی سنت کی طرف لوٹ آئیں اور تعیین ایام کے

خلاف خیال باطل سے رجوع لائیں۔

## امام بخاری

امام بخاری نے تو معترضین کے لئے جائے عذر تک نہیں چھوڑی کہ حدیث کا عنوان بھی یہ رکھا

باب من جعل لا ھل العلم ایاما معلومۃ یعنی طالبان علم و بھلائی کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہے۔

## مردے زندوں سے زیادہ ثواب کے ضرورت مند ہیں

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب زندوں کے علمی فائدے کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہوا اور حدیثوں سے ثابت بھی ہوگیا تو مردوں کے ایصال ثواب کے لئے دن مقرر کرنا کیونکر ناجائز ہوا جبکہ مردے زندوں سے زیادہ ثواب کے ضرورت مند اور مستحق ہیں لہذا ان کے ایصال ثواب کے لئے دن مقرر کرنا بطریق اولی جائز ہوا۔

## ایصال ثواب کے لئے تعیین ایام کے جواز پر صحابہ کرام کا اجماع ہے

قرآن کی آیت مذکور "و ذکر ھم الخ" میں نصیحت کے لئے کسی دن کی تخصیص و تعیین سے منع نہیں فرمایا لہذا نصیحت وعظ ایسے نیک کاموں کے لئے دن کا مقرر کرنا قرآن کی رو سے جائز ہوا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی ثابت ہوا کہ نیک یا جائز کام کرے دونوں کا مقرر کرنا جائز ہے۔ پھر صحابہ کرام کے اجماع و اتفاق سے بھی لہذا ہم کہہ سکتے ہیں یا ہم دعوی کرتے ہیں کہ میت کے لئے ایصال ثواب کو کسی بھی دن خواہ تیسرا ہو یا ساتواں یا چالیسواں وغیرہ مقرر کرنا قرآن و سنت کے علاوہ صحابہ کے اجماع سے بھی ثابت ہوا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب وعظ و نصیحت کے لئے خمیس کا دن مقرر کیا تو صحابہ میں سے کسی نے بھی

اس نیک کام کے لئے تعیین یوم سے منع نہ کیا اور نہ ہی کسی نے اختلاف کیا بلکہ سب خاموش رہے تو اس سے ان کا اتفاق و اجماع ثابت ہوا لہٰذا کسی جائز یا نیک کام کے لیے دن کا مقرر کرنا صحابہؓ کے اجماع سکوتی سے بھی برحق ہوا اور اجماع سکوتی کا منکر گمراہ ہے۔

## ایصال ثواب کے لئے تعیین یوم کے جواز کا انکار گمراہی ہے

چونکہ صحابہ کے اجماع سکوتی کا انکار گمراہی ہے اور کسی بھی جائز یا نیک کی تعیین کا جواز قرآن و سنت اور صحابہ کی اجماع سکوتی سے ثابت ہے لہٰذا ایصال ثواب جو ایک نیک کام ہے کے لئے تعین یوم کے جواز کا انکار بھی گمراہی اور منکر گمراہ ہے۔

## شرع صرف حدیث ہی کا نام نہیں۔ گنگوہی صاحب

معترض کے بزرگ جناب مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب اور ان کے شاگرد امبیٹھوی صاحب اپنی کتاب "براھین قاطعہ" میں فرماتے ہیں کہ شرع شریف کے مسائل فقط حدیث ہی سے نہیں نکلتے بلکہ اول دلیل شرع قرآن مجید ہے پھر حدیث شریف پھر اجماع امت پھر قیاس (الی ان قال) حدیث کی رو سے صحابہ کے اجماع کی پیروی کرنا ثابت ہے (الی ان قال) قرآن و حدیث اور اجماع اور قیاس مجتہدین اور اتفاق اکثر علماء دیندار' پس جب کوئی امر ان دلائل میں کسی ایک دلیل سے ثابت ہو جائے گا اس کو کہیں گے کہ یہ امر شرع میں جائز ہے الخ (براہین قاطعہ صفحہ ۲۹ طبع دیوبند) الحمدللہ علماء دیوبند کے بزرگوں کے بیان کردہ اس قاعدہ سے بھی تعیین یوم کا جواز ثابت ہوا۔

## ایام کی تعیین کا اعتراض لغو اور بے بنیاد قرار پایا

گذشتہ بحث سے ایام کی تعیین کا اعتراض لغو اور بے بنیاد ہونا ثابت ہوا اس

کے بعد، معترض کا یہ فرمانا کہ "ایام کی تعیین کے ساتھ اور رسومات کی تکمیل کے جذبہ کے تحت کئے جانے والے اعمال کو اھل السنۃ و الجماعت کے ہمارے بڑے بزرگوں نے خلاف شرع قرار دیا ہے اور ایسی رسومات کی ادائیگی سے نہ صرف روکا ہے بلکہ اسے موجب گناہ قرار دیا ہے۔" سراسر غلط ہے ابھی ہم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پھر حضرت عبداللہ بن مسعود کا عمل اور اس پر صحابہ کا سکوت جو متلزم اجماع سکوتی ہے بیان کیا ہے اس کے علاوہ یہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم زبردست حجت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ ابی و امی) نے فرمایا "من سن فی الاسلام سنۃ حسنہ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شئی" (مشکوۃ) کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھی رسم نکالی اسے اس کا ثواب ملے گا اور ان کے برابر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے نیز حجۃ الاسلام کی احیاء العلوم کا حوالہ بھی ناقابل فراموش ہے "ولکل قوم رسم الخ ہر قوم کی رسم ہوتی ہے اور آپ نے حدیث کا بھی حوالہ دیا جسے امام حاکم نے متدرک شریف میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سند کے ساتھ روایت کیا کہ لوگوں کے جائز رسم و رواج میں ان کا ساتھ دو یہ نہ دیکھو کہ یہ رسم صحابہ کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ یہ دیکھو کہ شریعت میں اس کی کوئی ممانعت تو نہیں آئی اور ممانعت بھی ایسی صریح کہ اس میں کسی تاویل و توجیہ کا احتمال ہی نہ ہو۔

## کیا معترض کے اکابر اہلسنت سے ہیں؟

رہا ایام کی تعیین کا مسئلہ تو اس مسئلے میں واضح ہو کہ ایام کی تعیین سے اہل السنۃ و الجماعۃ (معترض صاحب نے لفظ و "الجماعت" کو تائے مطول (لمبی تاء) سے لکھا ہے جو غلط ہے جنہیں "والجماعۃ بھی لکھنا نہ آئے وہ دینی مسائل پر قلم اٹھائیں، حیرت کی بات ہے) کے بزرگوں نے ہرگز ہرگز منع نہیں کیا البتہ اس سے معترض کے

بزرگوں نے ضرور منع کیا ہے اور ہم بڑے ادب سے سوال کریں گے کہ

معترض، جس نے اپنے مفاد کے لئے اعلیٰ حضرت احکام شریعت کا سہارا لیا اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کا فتویٰ مبارکہ دیکھے کہ تعیین ایام یعنی فاتحہ وغیرہ کے لئے یہ جو تیسرا، ساتواں، دسواں، چالیسواں یا سالانہ دن مقرر کیا جاتا ہے اس سلسلے میں دن مقرر کرنا کیسا ہے؟ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

| | |
|---|---|
| تعیین اوقات کہ در مردماں رائج است ہمچو سوم و چہلم و سرسال و ششماہ (الی ان قال) بربنائے مصلحت اختیار کنند بے آنکہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند | بسلسلہ تیجہ ساتواں، چہلم، سال اور چھ ماہ کے بعد، جن کی لوگوں میں رسم ہے یہ جائز ہے کیونکہ وقت یا دن کی تعیین بطور مصلحت اختیار کرتے ہیں ان کا یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ ان دنوں کے علاوہ کسی اور دن یا وقت فاتحہ دلوائی جائے تو جائز نہ ہوگی یا اس کا ثواب نہ ملے گا۔ |
| (الی ان قال) ایں تعیین باعث تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد | یہ تعیین ایام و اوقات یاد دہانی اور متوجہ کرنے کے لئے اور اس لئے کہ یہ تعیین اس نیک کام میں غفلت کرنے اور اس نیکی کے رہ جانے میں مانع ہے |
| ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسیار باشد کہ از دست رود | ہر عقلمند اپنے شعور سے جانتا ہے کہ جب کسی کام کے لئے وقت مقرر کرتے ہیں تو اس کا مقررہ وقت ان کو یاد دلاتا ہے ورنہ تعیین وقت و یوم کے بغیر بہت سی تقریبیں ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ |

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ایں طعن مبنی است برجہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہچکس فرض نمیداند<br>(فتاویٰ رضویہ ج ۴ صفحہ ۱۹۱) | تعیین یوم کا اعتراض اہلسنت کے خیالات و احوال سے ناواقفیت کی بنا پر ہے کیونکہ کوئی شخص بھی احکام شرعیہ مقررہ کے سوا کسی کے لئے وقت یا دن مقرر کرنے کو فرض نہیں سمجھتا |

الحمدللہ معترض نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب احکام کی آڑ لی تھی ہم نے ان اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے اور تعیین ایام کے سلسلے میں بھی اعلیٰ حضرت ہی نے حوالہ سے ان کو جواب دیا ہے اور اعلیٰ حضرت کے یہ الفاظ کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے تعیین ایام پر اعتراض جہالت ہے کیونکہ تعیین ایام مصلحت کی بنا پر ہوتی ہے کسی مسلمان کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہوتا کہ ان دنوں میں ایصال ثواب جائز اور دوسرے دنوں میں ناجائز ہے۔

## شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ

اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کا فتویٰ شریف بھی ملاحظہ فرمائیں

| | |
|---|---|
| یک روز معین کردہ (الی ان قال) بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ برشیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر | کوئی ایک دن معین کر کے اجتماعی طریقہ سے بہت سے لوگ جمع ہوں اور قرآن ختم کریں اور مٹھائی یا کھانے پر فاتحہ پڑھ کر اسے حاضرین میں تقسیم کریں اس قسم کا کام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے میں نہیں ہوا |

خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور کند باک نیست زیراکہ دریں قسم قبیح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل مے شود۔

تاہم اگر کوئی ایسا کام کرے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس میں زندوں اور مردوں' دونوں کے لئے (ثواب کا) فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(فتاویٰ عزیزیہ ج ا صفحہ ۳۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے اس فرمان سے درج ذیل فائدے حاصل ہوئے

(۱) ایک یہ کہ کسی بھی جائز یا نیک کام کے لئے دن مقرر کیا جا سکتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ سب لوگوں کا مل کر (خاموشی سے) قرآن خوانی کرنا ثواب ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ مٹھائی یا کھانے پر فاتحہ پڑھنا ثواب ہے۔

(۴) چوتھا یہ کہ فاتحہ پڑھی ہوئی مٹھائی یا کھانا حاضرین میں تقسیم کرنا جائز و مستحب ہے

(۵) پانچواں یہ کہ یہ کام اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ ہوا تاہم اس میں زندوں اور مردوں دونوں کا فائدہ ہے لہٰذا اس کا کرنا ثواب ہے۔

(۶) جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں نہ ہوا اگر اس میں مسلمانوں (زندوں یا مردوں) کا فائدہ ہو تو اسے کرنا جائز بلکہ ثواب کا فائدہ ہے۔

بزرگوں کی قبروں سے برکت ملتی ہے۔ اور مروجہ فاتحہ باجماع مستحسن و خوب ہے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "تعیین اوقات" کا

اعتراض غلط ہے کیونکہ فاتحہ اور بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے دن مقرر کرنے میں کوئی شرعی حکم نہیں بلکہ یہ مصلحت کے طور پر ہے کوئی مسلمان فاتحہ و ایصال ثواب کے لئے جو دن مقرر کرتا ہے اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اسی دن ہی کرنا فرض ہے کوئی مسلمان غیر فرض کو فرض نہیں ٹھہراتا لہٰذا اس پر اعتراض جہالت ہے۔" پھر فرماتے ہیں کہ "زیارت و تبرک .بقبور صالحین و امداد ایشاں باہداو ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امور مستحسن و خوب است باجماع علماء الخ" (فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ صفحہ ۴۹) یعنی نیک، لوگوں کی قبروں کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا اور قرآن کی تلاوت و دعائے خیر اور کھانا و مٹھائی کی تقسیم کے ذریعہ انہیں ایصال ثواب کرنا اچھے کام ہیں ان کے اچھے ہونے پر علماء کا اجماع ہے

## فاتحہ کا کھانا تبرک ہو جاتا ہے اس سے غنی بھی لے سکتے ہیں

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راھم خورد ازاں جائز است (فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ صفحہ ۳۹)

اگر کسی نیک بندے کے نام کی فاتحہ دی جائے تو غنیوں و امیروں کو بھی اس سے کھانا جائز ہے۔

یعنی چونکہ فاتحہ سے وہ کھانا وغیرہ تبرک ہو گیا اور ہر مسلمان خواہ غریب ہو یا امیر تبرک کا محتاج ہے لہٰذا اس کو سب کے لئے کھانا جائز ہے۔

اسی فتاویٰ کے صفحہ ۷۱ پر ہے۔

فاتحہ خواندن شب یازدھم ربیع الثانی و ثواب آن بارواح طیبہ رسانیدن فی نفسہ جائز و درست است و طعامیکہ ثواب آں نیاز

یعنی ۱۱ ربیع الثانی کو حضرت غوث اعظم کی گیارھویں شریف منانا اور کھانا وغیرہ پر فاتحہ دے کر ان کی ارواح طیبہ کو ثواب ہدیہ کرنا جائز اور وہ کھانا جو امامین کریمین

حضرت امامین نمایند و براں فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک می شود خوردن بسیار خوب است (فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص ۷۱)

امام حسینؓ و حسنؓ کی بطور نیاز پکاتے ہیں اور اس پر فاتحہ درود پڑھ کر ان کو ایصال ثواب کرتے ہیں اس کا کھانا بہت ہی اچھی بات ہے۔

## ضروری وضاحت بسلسلہ تعیین ایام

شریعت کی طرف سے اوقات مقرر و معینہ پر ادا کیئے جانے والے احکام جیسے نماز اور روزہ و حج، ان کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنا ضروری ہے اور ان کے علاوہ جن کاموں کو شریعت نے اچھا اور باعث اجر و ثواب قرار دیا ہے مگر ان کو مطلق رکھا یعنی ان کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا بلکہ کرنے والوں پر چھوڑ دیا کہ وہ جب چاہیں انہیں ادا کر کے ثواب پائیں۔ ان کے لئے اگر کوئی اپنی ذاتی ضرورت یا شرعی مصلحت کی بناء پر کوئی دن یا وقت مقرر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلاشبہ جائز ہے اور لوگ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ قرآن کریم، سنت اور فقہاء امت سے یہی ثابت ہے کہ نیک کام کے لئے ایام کی تعیین بلاشبہ جائز ہے یہ تعیین شرعی نہیں کہ انسان وہ کام اسی دن کرنے کو شرعی اعتبار سے ضروری جانے اور دوسرے دن کرنے کو ناجائز مانے بلکہ یہ تعیین محض عادی ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کسی جائز نیک کام کے لئے اپنی سہولت یا شرعی مصلحت کی بنا پر دن مقرر کر لیتے ہیں مثلاً زیارت قبور ایک ثواب کا کام ہے حدیثوں میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر ہفتہ کو مسجد قبا تشریف لے جاتے اور صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر کو روزہ رکھتے پوچھنے پر فرمایا کہ اسی (پیر کے) روز میری پیدائش ہوئی اور اسی روز مجھ پر

پہلی وحی نازل ہوئی اس کے شکرانہ میں روزہ رکھتا ہوں اور صحیح بخاری میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز صبح و شام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرماتے تھے اور اسی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہاد کا سفر جمعرات کے روز فرماتے اور ابو الشیخ و ابن حبان اور دیلمی سند معتبر کے ساتھ حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ طلب علم کے لئے پیر کا روز ہے اور علماء دین آغاز درس کے لئے بدھ کا روز متعین کرتے ہیں (العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ ج ۴ صفحہ ۱۹۰/۱۹۱) یہ سب تعیین ایام و درجات کے واقعات ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہرگز یہ نہ تھی کہ شہداء احد کے مزارات اور مسجد کو ان ایام کے علاوہ جانا صحیح نہیں یا ان میں ثواب کم ہوگا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

هم ازیں باب است تعینات مردم در سوم و چهلم و شش ماه و سر سال که بعضے ازا نها مصلحتے خاص دارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاد دہانی معتاد و معهود گردید ولا مشاحة فی الاصطلاح

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ صفحہ ۱۹۱)

کہ جو مسلمانوں میں تیجا اور چہلم، چھ ماہ اور سالانہ فاتحہ کے دنوں کے تعین کا رواج ہے تعین عادی ہے کہ ان میں سے بعض خاص مصلحت رکھتے ہیں اور بعض دیگر آسانی اور یاد دہانی کے لئے ان دنوں کی عادت ہو گئی ہے جس کا سب کو علم ہوتا ہے اس قسم کے تعینات میں کوئی اعتراض والی بات ہی نہیں ہے۔

معترض نے چونکہ اعلیٰ حضرت ہی کے حوالے پیش کئے تھے اس لئے ہم نے بھی ان کے فتاویٰ سے تعیین ایام و مروجہ فاتحہ تیجا و چہلم و سالانہ وغیرہ کا جواز و استحباب (باعث اجر و ثواب ہونا) اور اس پر اعتراض کو جاہلانہ اعتراض ثابت کیا ہے۔

## شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا ایک اور ایمان افروز فتویٰ

اس سلسلے میں امام المحدثین عمدۃ العارفین قدوۃ المحققین سید نا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کا ایک اور ایمان افروز فتویٰ ملاحظہ فرمائیں

آپ سورہ اشقاق پارہ عم کی آیت ۱۸ "والقمر اذا اتسق" کے تحت فرماتے ہیں کہ

| | |
|---|---|
| وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار اومے آید و ازیں است کہ طوائف بنی آدم تایک سال و علی الخصوص تایک چلہ بعداز موت دریں نوع امداد کوشش تمام نمایند (تفسیر عزیزی پارہ عم صفحہ ۲۰۶ طبع لال کنواں دہلی) | حدیث میں وارد ہے کہ موت کے بعد مردہ کی حالت اس شخص کی سی ہوتی ہے جو پانی میں ڈوب رہا ہو اور کسی کی مدد کا منتظر ہو بس اس کے مرنے کے بعد صدقات، دعائیں، فاتحہ اس کے لئے بہت کار آمد کام ہیں اسی سبب سے لوگ سال تک اور خصوصاً اس کی موت سے لے کر چالیس دن تک اسی قسم کے کاموں کے ذریعے اس کی مدد کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ |

الحمدللہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے اپنے اس ارشاد گرامی سے زیر بحث مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ اگر معترض میں کچھ شعور و احساس ہے تو اسے اپنے غلط موقف سے فوراً رجوع کر لینا چاہئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے بعد ان کے بھائی حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی جن کا اردو ترجمہ قرآن بھی مشہور ہے اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں

| | |
|---|---|
| در خبر است از تابعین کرام السلف یحبون الاطعام عن المیت اربعین یوما (فتاویٰ شاہ رفیع الدین صفحہ ۸) | تابعین کرام سے مروی ہے کہ سلف صالحین میت کی طرف سے چالیس دن تک کھانا کھلانے کو پسند فرماتے تھے |

الحمدللہ، محدثین دہلی جو اہلسنت کے مسلم بزرگ ہیں کے فتاویٰ سے زیر بحث مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب مزید فرماتے ہیں

در مجلس فاتحه و ختم برائے حاضرین مجسل باشد اگر ایں جماعت بر سر قبر باشند آنجا تقسیم شود و ثواب آں با موات برسد و اگر در خانها باشند به حاضران تقسیم شود ایں قسم هم قبا حة ندارد (فتاویٰ حضرت شاہ رفیع الدین صفحہ ۹)

مجلس میں فاتحہ اور ختم پڑھ کر تبرک حاضرین مجلس میں تقسیم ہوتا ہے اگر یہ جماعت قبر کے پاس ہو اور وہاں تبرک تقسیم ہو اور اس کا ثواب میت کو پہنچے جب بھی درست ہے اور اگر لوگ گھروں میں ہوں اور اس تبرک کو ان میں تقسیم کیا جائے جب بھی کوئی حرج نہیں۔

اس میں شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے فاتحہ و ختم و حاضرین میں تقسیم تبرک کو (خواہ وہ کھانا ہو یا کچھ اور) جائز قرار دیا۔ یہی مسلک اہلسنت ہے۔

# ایصال ثواب کے لئے اعلیٰ حضرت کی خاص ہدایات

بمچناں انچه عوام حیله درباب ایصال ثواب امور مستنکره احداث کرده اند مثلًا ریا و سمعه و تفاخر جمع اغنیاء و منع فقراء و آنکه در سوم جماعتے یکجا نشسته و بمه قرآن بجهر خوانند و فریضه استماع از

اسی طرح جو بعض عوام ایصال ثواب کے ساتھ غلط کام کرتے ہیں مثلاً ریا کاری، دکھلاوا فخریہ طور پر کرنا، صرف امیروں کو بلانا اور غریبوں اور فقیروں کو روکنا اور یہ تیجہ وغیرہ ہر ایک جماعت علیحدہ بیٹھ کر قرآن اونچی اونچی آواز کے ساتھ پڑھتی

دست دهند ایں ہمہ ممنوع و محظور و مکروہ و محذورست- علما را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ با طلاق لسان و سلاطت زبان اصل کار را برہم زنند- چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصا نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خو کردہ اند- ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر و ترہیب می باید کرد- و بر ادائے نماز تحریص و ترغیب

ہے یعنی سب بہ آواز بلند پڑھتے ہیں قرآن سننے کا فریضہ ترک ہوتا ہے یہ سب باتیں درست نہیں علماء کو چاہئے کہ عوام کو ان باتوں سے باز رہنے کی تلقین کریں یوں نہ کریں کہ ایصال ثواب کے سلسلے کو ہی بند کرا دیں بلکہ اس میں موجود خامیوں کو دور کرائیں جیسے کوئی شخص نوافل کی نماز پڑھ رہا ہو اور رکوع و سجود صحیح طریقہ سے نہ کرتا ہو تو اس کے نوافل بند نہ کرائے جائیں گے بلکہ اسے رکوع و سجود صحیح طریقہ سے کرنے کو کہا جائے گا۔

## تیجہ وغیرہ جائز و مستحب ہے

مسئلہ نمبر ۱۴۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں- بینوا و تواجروا۔

### الجواب

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے تو قرآن شریف و کلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بناء پر ہے- اس میں بھی حرج نہیں- حدیث میں

ہے صیام السبت لا لک ولا علیک اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں۔ مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا عمدہ عمدہ فرش بچھانا' یہ باتیں بیجا ہیں اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ اگر کھانے پر فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو تو پھر یہ حکم ہے کہ غنی نہ لیں اگر فاتحہ پڑھی گئی تو بطور تبرک سب کے لیے ہے۔

۲۔ معترض کو یہ فتویٰ ملاحظہ کرنا چاہیے جس نے اعلیٰ حضرت کو سند بنا کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اگر اخلاص رکھتا ہے تو بداعتقادی سے علانیہ توبہ کر کے صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت میں داخل ہو جائے۔

## کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کہنا جائز ہے

مسئلہ ۱۵۰ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود و قرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دے دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میت کو نہیں پہنچا سکتے لہٰذا پہلے کھانا دے اسکے بعد ثواب پہنچائے اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ناجائز و ناروا ہے۔ آیا قول اس کا صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

### الجواب

فاتحہ بہیئت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور ہوا بلا ریب جائز و مستحسن ہے اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بکثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قرءت کا جمع خود ان کے امام الطائفہ

معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا- کہ حیث قال- ہر گاہ ایصال نفع بمیت منظور دار و موقوف براطعام نہ گزلر اگر میسّر باشد بہتر ست والا صرف ثواب سورئہ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہاست-

(ترجمہ جب ایصال ثواب کے ذریعہ میت کو نفع پہنچانا چاہے تو اس کو کھانے پر موقوف نہ کرے- اگر میسر آئے یعنی کھانے کا اہتمام کر سکے تو بہتر ورنہ خالی ثواب ہی پہنچائے اور سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص بہترین ثواب ہیں- قادری)- اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے ثواب اس کا میت کو پہنچانا جائز اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن ابی داود و سنن نسائی میں مروی ثابت- انہ قال یارسول اللّٰہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بیراً وقال ھذہ لام سعد یعنی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا تو کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی- انہوں نے کنواں کھود کر کہا یہ مادر سعد کے لئے ہے- اس سے صاف ظاہر ہے کہ کنواں تیار ہو جانے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی تو کیا صرف اس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا جو اس وقت تک آدمیوں جانوروں کے صرف میں آیا- حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کاثواب مادر سعد کو پہنچے گا اور سب کا ایصال منظور تھا تو قبل تصرف ایصال ثواب ہر طرح حاصل اور خود احادیث مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثواب عمل قبل عمل ایصال فرمایا اور فقیر نے انہیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل رواہ البیھقی عن انس و الطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد و ھوا العسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والد یلمی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنھم و راد ان اللہ عزوجل لیعطی العبد

علی نیتہ مالا یعطیہ علی عملہ بے شک اللہ عزو جل بندہ کو اس کی نیت پر وہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ وذلک ان النیۃ لاریاء فیھا و العمل یخالطہ الریاء ھذا حدیث الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔" اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود اورا ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست۔" ان حضرت سے پوچھا ہوتا کہ یہ "فاتحہ خواندہ بخوراند" کیسی "خوارندہ فاتحہ بخواند" کہا ہوتا۔ اول بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل اور عمل کیے پر دس ہو جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ نیۃ المومن خیر من عملہ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں قراءت قرآن و اطعام طعام۔ طریقہ مروجہ میں ثواب پہنچانے کی دعا اس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیا تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل چکے۔ دس ثواب قراءت کے اور ایک نیت اطعام کا۔ کیا انہیں میت کو نہیں پہنچا سکتے۔ رہا کھانا دینے کا ثواب وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے۔ خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے۔ "طریق رسانیدن آں دعا بجناب الٰہی ست" کیا دعا کرنے کے لئے بھی اس شے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے

دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا اور رسولؐ کسی چیز کو ناروا کہہ دینا خدا و رسولؐ پر افتراء کرنا ہے ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے کچھ حرف (فرق) نہیں آتا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ صفحہ ۱۹۳ - ۱۹۴)

۱۔ ترجمہ: اگر میسر آئے یعنی کھانے کا اہتمام کر سکے تو بہتر ورنہ خالی ثواب ہی پہنچائے، سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص بہترین ثواب ہیں۔

۲۔ اگر کوئی شخص گھر میں بکری پالتا ہے تاکہ وہ خوب موٹی تازی ہو جائے جسے وہ ذبح کر کے پکا کر اس پر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر لوگوں کو کھلائے یہ جائز ہے۔ قادری

## فوائد

معترض سے گذارش ہے کہ اس نے چونکہ اعلٰی حضرت کے حوالہ جات کی آڑ لی تھی جن کے ہم جواب دے چکے اب اعلٰی حضرت کے ان فتاوٰی کو پڑھے اور انصافؐ کو مدنظر رکھتے ہوئے حقیقت کو بلا چون و چرا تسلیم کرے۔ اعلٰی حضرت کے اس فتوٰی سے درج ذیل فوائد و مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) فاتحہ مروجہ بلا شک جائز بلکہ اچھا کام ہے۔

(۲) اہلسنت کے نزدیک فاتحہ و قرآن خوانی اور کھانے وغیرہ صدقات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

(۳) اس بارے میں صحیح حدیثیں اور فقہی روایتیں جو معتبر ہیں بہت ہیں۔

(۴) قرآن و فاتحہ خوانی اور کھانا دونوں کو ملا کر میت کو ایصال ثواب کرنا اہلسنت کے نزدیک تو جائز و مستحب مستحسن کام ہے لیکن خود معترض جنہیں

اپنا بزرگ مانتا ہے یعنی مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب وہ بھی ان دونوں یعنی قرات قرآن و فاتحہ و قل خوانی اور کھانے کے ثواب پہنچانے کو بہتر ٹھہرا رہے ہیں۔

(۵) جب کھانا تیار ہو گیا اور اس پر فاتحہ پڑھ دی گئی اور ایصال ثواب کی دعا ہو گئی تو اس سے قبل کہ حاضرین وہ کھانا کھائیں یا تبرک پائیں سب کا ثواب میت کو پہنچ گیا یوں نہیں کہ حاضرین جب کھانا کھا چکیں تب اس کا ثواب پہنچے گا۔

(۶) اس کی دلیل ام سعد کے کنویں والی حدیث ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ مرحومہ کو کنویں کے صرف اس پانی کے ثواب پہنچانے کی نیت نہ کی تھی جو اس وقت کنویں میں موجود تھا بلکہ اس تمام پانی کی جو اس کے بعد زمین سے نکلنے اور لوگوں کے کام آنے والا تھا معلوم ہوا کہ ایک چیز تیار ہو مگر ابھی فائدہ اٹھانے والے اس سے فائدہ نہیں اٹھا پائے بلکہ وہ بعد میں ہی فائدہ اٹھانے والے ہیں محض ایصال ثواب کی نیت کرتے ہی سب کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے۔

(۷) اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں علاوہ حدیث بیرام سعد رضی عنہا۔

(۸) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں وہ تمام حدیثیں اس مسئلہ کی بنیاد ہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ اس کا رواج ہے۔

(۹) جو شخص اس عمل کو ناجائز کہتا ہے وہ ان تمام حدیثوں کی مخالفت کرتا ہے۔

## غوث اعظم کے نام کی بکری

(۱۰) جناب مولوی اسمٰعیل دہلوی جو معترض اور ان کے ہمنواؤں کے مسلم

پیشوا ہیں اس بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ یہ جو عوام اہلسنت کے ہاں پیران پیر کا بکرا پالنے کی رسم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے پکا کر گیارھویں پر غریبوں کو کھلاتے اور اس کا ثواب سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی روح مبارک کو ہدیہ کرتے ہیں بلاشبہ جائز ہے۔ اسے ناجائز کہنا یا شرک قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۱۱) "فاتحہ" ایصال ثواب کا نام ہے۔

(۱۲) ایصال ثواب کلام الٰہی و فاتحہ و قل خوانی سے بھی ہو سکتا ہے۔

(۱۳) مومن جب نیک کام کی نیت کرتا ہے تو نیت پر ایک ثواب ملتا ہے اور جب عمل کرتا ہے یعنی اپنی نیت کو عمل میں لاتا ہے تو دس ثواب پاتا ہے۔

(۱۴) کھانا تیار ہو گیا اور فاتحہ شریف پڑھی گئی اس پر گیارہ ثواب مل گئے یعنی عمل کرنے والوں کو بھی اور جن کے لئے عمل کیا انہیں بھی ہر ایک کو اسی وقت گیارہ گیارہ ثواب مل گئے تو جب کھانا کھلانا شروع کیا تو ایک کے دس ہو گئے یوں ہر ایک کو یعنی عامل کو اور جن کے لئے عمل کیا بیس بیس ثواب مل گئے دس قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے اور دس کھانا کھلانے کے۔

(۱۵) فاتحہ دیتے وقت کھانا سامنے ہونا جائز ہے مگر اسے ضروری خیال کرنا غلط اور بے کار بات ہے۔

(۱۶) جو شخص کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کو ناجائز کہتا ہے وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتا ہے۔

معترض اگر اعلیٰ حضرت سے کئے گئے سوال پر غور کرتے تو حقیقت مسئلہ ان پر واضح ہو جاتی اور اعتراض کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ سوال ملاحظہ ہو۔

"کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ھند میں یہ رسم ہے کہ

(۱) میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورات

(خواتین) اس کے ہاں جمع ہوتی ہیں۔

(۲) اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے۔ (لفظ شادی پر غور فرمائیں)

(۳) پھر کچھ دوسرے دن ' اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں۔

(۴) بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔

(۵) اس مدت اقامت (ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت) میں عورات (ان عورتوں) کے کھانے پینے' پان چھالیہ کا اہتمام اہل بیت کرتے ہیں۔

(۶) جس کے باعث (اہل میت) ایک صرف کثیر (بہت بڑے خرچ) کے بوجھ کے زیر بار ہوتے ہیں۔

(۷) اگر اس وقت ان (اہل میت) کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لے لیتے ہیں۔

(۸) (قرض) یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں۔

(۹) اگر (اہل میت ایسا) نہ کریں تو مطعون (ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے) و بدنام ہوتے ہیں۔

یہ شرعاً" جائز ہے یا کیا؟ بینوا/توا جروا

اس پر اعلیٰ حضرت غوث امت امام اہلسنت عظیم البرکتہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ و رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"سبحان اللہ! اے مسلمان' یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں' سخت شنیع (بہت ہی بری) خرابیوں پر مشتمل ہے۔ معترض کی عقل کا کیا کہنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ غوث الامتہ علیہ الرحمتہ سے کئے گئے سوال پر غور نہ کیا' لفظ "شادی" پر نظر نہ ڈالی بلکہ سوال کی پوری نو شقیں جنہیں ہم نے نمبروں کے ساتھ واضح کیا ہے معترض کی نگاہ میں نہ آئیں۔ آنکھیں بند کئے سوچے سمجھے بغیر اس کی فوٹو کاپی کرائی اور سینوں پر چڑھ دوڑے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک یہ سویم و ہفتم

وغیرہ کی تقریبات ممنوع و ناجائز اور موجب گناہ ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ نہ سمجھا کہ سوال میں پیش کردہ صورت حال کے مطابق اہل میت کے ہاں اجتماع کرنے اور ان سے شادی بیاہ کی طرح کھانے تیار کرانے کو تو کوئی سنی العقیدہ عالم دین تو کجا ایک عام عقلمند مسلمان بھی درست قرار نہ دے گا۔

پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اہل میت کے ہاں جمع ہو کر ان سے کھانا تیار کرانا کئی ایک وجوہ سے بری بات ہے ایک اس لئے کہ دعوت کی فرمائش خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور یہ خوشی کا موقع نہیں ہے ہاں اگر اہل میت کسی کی فرمائش کے بغیر ضرورت مندوں یا فقراء و صالحین کے لئے کھانا تیار کریں تو یہ جائز بلکہ اچھی بات ہے دلائل آگے آتے ہیں۔ دوسرا اس لئے کہ اگر میت نے ترکہ چھوڑا اور وارثوں میں نا بالغ بچے یا کوئی غیر موجود ہے تو ان کی حق تلفی ہو گی۔ (اس کا مطلب یہ ہوا کہ مال ترکہ سے نہ ہو کوئی اپنے ذاتی خرچہ سے کرے تو اعتراض کی بات نہیں) تیسرا اس لئے کہ عورتیں جمع ہو کر نوحہ کرتیں چلا کر روتی پیٹتی ہیں یہ منع ہے۔ چوتھا دکھلاوا کہ طاقت سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے حتی کہ بلا ضرورت شرعیہ سود پر قرض تک لیا جاتا ہے اور بلا ضرورت شرعیہ سود پر قرض لینا باعث لعنت ہے (جلی الصوت صفحہ ۱ تا ۵)

غوث الامتہ امام اہل السنۃ اعلیٰ حضرت نے تصریح فرما دی کہ اہل میت کا ان چار وجوہات کی بناء پر کھانا پکانا منع ہے صاف مطلب یہ ہے کہ اگر ان چار وجوہات میں سے کوئی ایک وجہ بھی نہ ہو تو اہل میت کا کھانا پکانا جائز ہے مثلاً لوگوں کا وہاں اجتماع اہل میت سے کھانا تیار کرانے کے لئے نہ ہو محض اظہار تعزیت و اظہار افسوس کے لئے ہو اور وہ اگر اپنے طور پر کھانا تیار کریں اور یہ کہ جس مال سے کھانا تیار کیا جائے اس میں کوئی نابالغ بچہ وارث نہ ہو یا کوئی وارث غائب و غیر موجود نہ ہو اور یہ کھانے والوں میں کوئی رونے پیٹنے چیخنے چلانے والے لوگ نہ ہوں کہ ایسا کرنا ممنوع ہے اور ممنوع کام کرنے والوں کو کھلانا پلانا گناہ پر اعانت ہے اور گناہ پر اعانت حرام ہے اور یہ کہ

طاقت سے زیادہ خرچ نہ ہو کہ وہ ریا کاری اور شہرت طلبی کا مظاہرہ ہوگا اور وہ ممنوع ہے۔ اسی طرح فتح القدیر شرح ھدایہ و مراقی شرح نور الایضاح و خلاصۃ الفتاویٰ و فتاویٰ سراجیہ و ظہیریہ اور قاضی خان میں جو تیسرے دن ضیافت کو ناجائز لکھا ہے ان سب کتابوں میں لفظ "ضیافت" موجود ہے اور ضیافت کا معنی مہمانی ہے۔

امام ابو الفضل مصری لسان میں ضیافت کے معنی کی بحث میں لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| ضفت الرجل ضیفا وضیافة و تضیفة نزلت به ضیفا (الی ان قال) و تضیفة طلبت منه الضیافة (لسان العرب ج ۹ صفحه ۲۰۸ /۲۰۹) | ضفت الرجل ضیفا و ضیافۃ کا معنی ہے کسی کو مہمان کے طور پر مہمانی دینا اور ضیفتہ کا معنی ہے کسی کے ہاں مہمان بن کر پہنچ جانا اور تضیفۃ کسی سے مہمانی طلب کرنا۔ |

لفظ "ضیافت" کی اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ ضیافت ایک خاص کھانا ہے جو کسی آنے والے مہمان کو مہمان کے طور پر دیا جاتا ہے جبکہ وہ مہمانی کا طالب بھی ہوتا ہے۔ یہ سرے سے موضوع ہی اور ہے اس کا ہمارے زیر بحث مسئلہ سے تو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اہلسنّت کے ہاں تو میت والوں سے مہمانی کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ دعوت مہمانی تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور یہ خوشی کا موقع نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے واضح کیا کہ ہمارے سنی لوگ تو تعزیت اور اہل میت سے تعاون کے لئے ان کے ہاں جمع ہوتے ہیں کوئی کھانا پکوانے کے لئے جمع نہیں ہوتے۔

اس کو اہلسنّت کے ہاں ایصال ثواب کے لئے مروجہ فاتحہ وغیرہ کے اجتماع پر چسپاں کرنا ڈھٹائی کے سوا کچھ نہیں۔

## تیجہ مکروہ نہیں

اور فقہاء کرام کا یہ فرمان بھی برحق ہے کہ لا یباح اتخاذ الضیافة عند

ثلاثة ایام فی المصیبة لان الضیافة یتخذ عند السرور لانها ایام تأسف فلایلیق بها مایکون للسرور کہ مصیبت کے تیسرے روز دعوت کا اہتمام کرنا جائز نہیں کیونکہ دعوتیں خوشی کے وقت ہوتی ہیں اور یہ تو افسوس کے ایام ہیں لہٰذا ان دنوں میں ان دعوتوں کا اہتمام نہ کیا جائے جو خوشی کے موقع پر ہوتی ہیں (فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ)

اس میں بھی منع ٹھہرایا ہے تو دعوت و ضیافت کو جس کا معنی ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ کسی کا کسی کے ہاں کھانے کی غرض سے جانا اور کھانا کے لئے بلانا یہ ضیافت و دعوت ہے۔ اس کا نہ تو فاتحہ سے تعلق ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نیک کام کے ایصال ثواب سے۔

## محقق کا کام اندھی تقلید نہیں تحقیق ہے

علماء کے اس وقت دو گروہ ہیں کچھ تو وہ ہیں جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح آنکھیں بند کر کے اپنے بزرگوں اور بڑوں کے کہے اور لکھے ہوئے پر چل رہے ہیں اس دور میں علماء اہلسنت کے سوا سب فرقوں کے علماء یہی کر رہے ہیں یعنی اپنے بڑوں کی اندھی تقلید جو انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھدیا یہ اسی کو حرف آخر سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہیں اور اس اندھی تقلید کا یہ عالم ہے کہ قرآن و سنت اور علماء اہل سنت کا اجماع بھی ان کے سامنے رکھا جائے تو یہ قرآن و سنت اور اجماع کو حیلوں و بہانوں سے چھوڑ دیں گے مگر اپنے بڑوں کی تقلید نہیں چھوڑیں گے جبکہ ان کے برعکس علماء اہلسنت اصحاب تحقیق ہیں وہ قرآن و سنت اور اجماع کو ہی سب سے بڑی چیز سمجھتے ہیں ان کے مقابلہ میں وہ کسی کو اور کسی کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے خواہ ان کے نزدیک وہ کتنا ہی لائق احترام ہو۔

## دفن کے بعد شرکاء تدفین اور مساکین و فقراء و صلحاء کے لئے کھانے

کی دعوت جائز ہے۔

معترض نے اپنے خط کے ساتھ اعلیٰ حضرت غوث امت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ کی احکام شریعت کے جن صفحات کی فوٹو کاپی منسلک کی ہے ان میں کچھ فقہاء کرام کی عبارات ہیں جن میں دعوت و ضیافت کو مکروہ لکھا ہے اور معترض صاحب نے سوچے سمجھے اور کتابوں کا مطالعہ اور مسئلہ کی تحقیق کئے بغیر محض اپنے بڑوں کی اندھی تقلید میں مروجہ فاتحہ شریفہ و ایصال ثواب پر اعتراض جڑ دیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ فقہاء کرام نے جس دعوت و ضیافت کو منع کیا ہے یہ وہ دعوت و ضیافت ہے جو جاہلیت کے دور میں تھی۔ میت کی قبر پر جانور ذبح کیا جاتا پھر اس سے دعوت عام کی جاتی تھی اس خیال کہ لوگ ان کی سخاوت کو دیکھیں اور اس کا چرچا کریں اس قسم کی دعوت خواہ پہلے دن ہو یا تیسرے دن یا ساتویں یا چالیسویں دن یہ ممنوع و ناجائز ہے کیونکہ یہ دعا و فاتحہ یا ایصال ثواب کیلئے نہیں بلکہ یہ خالص ریاکاری اور حصول شہرت ہے۔

## بے بصیرت معترض

بے بصیرت معترض نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی احکام شریعت میں درج اس عبارت پر نظر نہیں ڈالی جو زیر بحث مسئلہ کی بنیاد ہے جو علامہ شامی کے حوالہ سے درج کی گئی ہے ملاحظہ ہو' امام بزدوی کی وجیز کے حوالہ سے "یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول و الثالث و بعد الاسبوع "یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں" پھر لکھتے ہیں کہ "علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ

| | |
|---|---|
| اطال ذلک فی المعراج و قال هذه الافعال کلها للسمعة و الریاء فیحترز عنها لانهم لا یریدون بها | کہ مصنف نے "المعراج" میں لمبی بحث کی ہے اور کہا کہ اہل میت کا پہلے (دوسرے) تیسرے اور ساتویں روز کے |

وجہ اللہ (فتاویٰ شامی ۲ ص ۲۴۱)

بعد اجتماعات سب کے سب شہرت و ریاء کاری کے سبب ممنوع ہیں لہٰذا ان سے احتراز کیا جائے کہ وہ ان سے رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں رکھتے۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ ریا کاری، حصول شہرت کے لئے یہ کام کریں اور تیجہ وغیرہ محض دنیاوی رسم کے طور پر محض کھانے پینے کی دعوتوں کے طور پر کرنا منع ہے ایصال ثواب دنیاوی چیز نہیں ہے یہ اخروی چیز ہے یہ باعث ثواب ہے خواہ پہلے روز ہو یا تیسرے یا چالیسویں۔ فاتحہ خوانی و حصول ثواب اور ایصال ثواب رضائے الٰہی کے لئے نہ کرنا ممنوع ہیں ورنہ نہیں۔ فقہاء نے یہاں تک فرمایا ہے کہ قرآن پڑھنے والے اس نیت سے بھی قرآن نہ پڑھیں کہ ان کو اس کے عوض کھانا کھلایا جائے اور نہ ہی اس نیت سے کھانا پکائیں کہ قرآن پڑھوائی کے عوض کھانا کھلایا جائے کیونکہ یہ عظمت قرآن کے خلاف ہے چنانچہ شامی میں ہے ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القران لاجل الاکل یکرہ (شامی ۲: ۲۴۰) یعنی جو لوگ محض کھانے کے شوق میں قرآن پڑھیں ان کے لئے کھانا بنانا منع ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والوں کا مقصد اور ان کی غرض تو ایصال ثواب ہو اور اہل خانہ اپنے شوق سے انہیں کھانا کھلائیں یا ان کی کوئی خدمت کریں تو حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ معترض کا ان کو بہر صورت ممنوع قرار دینا عوام کو دھوکا دینا اور بڑی بددیانتی ہے۔ جبکہ فقہاء صاف طور پر ممانعت کی علت ریا کاری اور شہرت کو ٹھہرا رہے ہیں، معترض نے اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت بھی فوٹو کرا کر بھیجی مگر اسے اس پر غور کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ورنہ اسے اس مروجہ فاتحہ شریف و ایصال ثواب کی تقریب پر اعتراض کی جرات نہ ہوتی۔
ان تین وجوہ کا ذکر کرنے کے بعد جن کو ہم نے اعلیٰ حضرت کی کتاب "جلی الصوت" کے حوالہ سے پہلے ہی بیان کر دیا۔ لکھتے ہیں۔

رابعاً: اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع (جس کی شناعت و قباحت کے تین وجوہ بیان ہوئے) کے باعث۔

۱- اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے (یعنی نام نمود کیلئے اہتمام دعوت کرنا)

۲- یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لئے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اسے (صاف ظاہر ہے کہ اس سے برادری کی عورتوں یا مردوں کا اہل میت کو کھانے وغیرہ کے لئے تنگ کرنا مراد ہے)

۳- اور بارہا قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ رسم ممنوع کے لئے۔

۴- پھر اس کے باعث وقتیں پڑتی ہیں جو ظاہر ہیں۔

۵- پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔

## خصوصی توجہ

معترض اعلیٰ حضرت غوث الامتہ امام اہلسنّت کے یہ الفاظ بغور پڑھے جو آخر میں لکھتے ہیں۔

> "غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً" ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔"

اس سے واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت اس رسم شنیع سے منع فرما رہے ہیں جس میں

وہ چار وجوہات و اسباب پائے جائیں جن کا آپ نے جلی الصوت میں اور احکام شریعت میں ذکر فرمایا ان اسباب میں سے کہیں بھی قرآن مجید' کلمات طیبات' مختلف سورتوں اور مالی صدقہ و خیرات کا میت کو ثواب پہنچانے کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا معترض کا ان حوالہ جات کو ایصال ثواب کی محفل پر چسپاں کرنا' جہالت و نادانی کے سوا کچھ نہیں۔

## کھانا سامنے رکھ کر کلام پڑھنا

اگرچہ ختم و ایصال ثواب کے وقت کھانا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے تاہم اس پر اعتراض بھی بے جا ہے خود حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر کلام پڑھا اور دعا فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کھجوریں لایا اور ان کو آپ کے سامنے رکھ کر عرض کی حضور میرے لئے دعائے برکت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں مجھے برکت دے۔

ادع اللہ فیھن بالبرکۃ فضمھن ثم دعالی فیھن بالبرکۃ

حضور اللہ سے ان میں برکت کی دعا فرمائیں تو آپ نے ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے ان میں میرے لئے دعا فرمائی۔

(مشکوۃ باب المعجزات فصل دوم صفحہ ۵۴۲)

اس سے ثابت ہوا کہ کھانے کی چیز سامنے ہو تو اس پر دعا کرنا مستحب ہے۔

۲۔ مشکوۃ کے باب المعجزات کی فصل اول میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے کھانا پکایا آپ نے ان کی ہانڈی اور آٹے پر دعائے برکت فرمائی (مشکوۃ صفحہ ۵۳۲)

۳۔ مشکوۃ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہؓ کے ہاں تشریف لے گئے حضرت ام سلیم سے کھانا منگوایا ان کے پاس جو کچھ تھا حاضر کیا آپ نے اس پر کچھ پڑھا (اس سے آگے ہے) ثم دعا فیہ بالبرکۃ پھر

کیا آپ نے اس پر کچھ پڑھا (اس سے آگے ہے) ثم دعا فیہ بالبرکۃ پھر اس میں برکت کی دعا فرمائی تو اس کھانے میں بے حد برکت ہوئی حتیٰ کہ کھانے والے کھا چکے تو کھانا جس قدر پہلے تھا اسی قدر بچ رہا۔ آپ نے فرمایا دو نکم ھذا (مشکوۃ صفحہ ۵۴۷) اسے لے کر رکھ لو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اہلسنت کا عمل طریقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس پر اعتراض غلط فہمی یا تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے۔

## سوم دھم و چہلم کی رسموں کا جواز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ سے۔

معترض نے اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ ملاحظہ کیا ہوتا تو اعتراض کی ہمت ہی نہ ہوتی ملاحظہ ہو۔

**مسئلہ**

سوم و دھم و چہلم و شش ماہی و سالیانہ کہ دریں دیار ہند مروج است او را بعض علماء بدعت شنیعہ مکروہ گویند و اقوال چند بردرستی اوست و طعامیکہ بعد موتے بہ نیت ثواب مے پزند و ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند ایں طریقہ در زمانہ نبوی و اصحاب کبار مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام و شیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس دریں مسئلہ برچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بینوا توجروا۔

سوال۔ تیجہ۔ دسواں۔ چالیسواں۔ چھ ماہا اور سالانہ کا جو ملک ہندوستان میں رسم و رواج ہے اس کو بعض علماء بری اور مکروہ بدعت کہتے ہیں اور اس موقف کے درست ہونے پر چند اقوال ہیں اور وہ کھانا جو مرنے والوں کے بعد ثواب کی نیت سے پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو علمائے ظواہر غیر مقلدین (وہابی) فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بڑے صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھا بلکہ کھانا اور مٹھائی جو بزرگان دین کی نیاز ہے اس کو مردار کی طرح سمجھتے ہیں پس اس مسئلہ میں جو حکم شرعی واجب التعمیل ہو قرآن کے حوالہ کے ساتھ بیان فرمائیں۔ بیان کریں ثواب پائیں۔

اس استفتاء میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ سے درج ذیل سوالات کئے گئے ہیں۔

۱۔ ایک سوال یہ ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد اس کی تیجہ، دسواں، چالیسواں اور چھ ماہا اور سالانہ ختم کی رسم جو ہندوستان کے مسلمانوں میں جاری ہے کیا یہ جائز ہے اس میں لفظ "مروج" پر نظر رہے، جس کا معنی رسم و رواج ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ بعض علماء اس کو بری رسم اور بدعت مکروہہ کہتے ہیں ان کی یہ بات کیسی ہے؟

۳۔ نیز اس موقف کی تائید میں فقہاء کے چند اقوال ہیں ان کا کیا جواب ہوگا؟

۴۔ چوتھا یہ کہ مرنے والوں کے بعد جو کھانا پکایا جاتا ہے اس پر فاتحہ پڑھی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے یہ کام کیسا ہے؟

۵۔ پانچواں یہ کہ بعض علماء ظواہر فاتحہ کی وجہ سے اس کھانے کو مردار اور حرام ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کبارؓ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں نہ تھا

۶۔ چھٹا یہ کہ دین کے بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے لئے جو مٹھائی یا میٹھی چیز بنائی جاتی ہے وہ مردار کی طرح ہے

اس بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ صفحہ ۱۸۵/۱۸۶)

اس سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمتہ نے جو ارشاد فرمایا ملاحظہ فرمائیں۔

**الجواب**

قول فیصل و سخن مجمل دریں — جواب۔ اس بارے میں حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی اور مختصر بات یہ ہے کہ

باب آنستد که ایصال ثواب و بدیه اجر باموات مسلمین با جماع کافه اہلسنت و جماعت امریست مرغوب و در شرع مندوبہ احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلٰوۃ من ملک الجبار و ترغیب و تصوایب ایں کار وارد و خود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مبطل (فتاوٰی رضویہ شریف ج ۴ صفحہ ۱۸۶)

ثواب پہنچانا اور اجر کا ہدیہ کرنا تمام اہلسنت کے اجماع و اتفاق کے ساتھ شریعت میں مستحب اور پسندیدہ کام ہے اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں جن میں ایصال ثواب کی ترغیب پائی جاتی ہے اور ایسے کاموں کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور بلاشبہ اس کا انکار کرنے والا بے وقوف جاہل ہوگا یا گمراہ باطل پرست۔

## اعلیٰ حضرت کا ایک اور فتویٰ

معترض نے جہاں اعلیٰ حضرت کی احکام شریعت کے ان صفحات کو دیکھا جن سے اسے غلط فہمی ہوئی اس نے وہاں اعلیٰ حضرت کے درج ذیل فتویٰ کو کیوں نہیں دیکھا یا دیکھا مگر دیدہ و دانستہ اسے ترک کر دیا۔ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۴۲

۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ۔

راہبران دین مفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ اور نیاز و فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ۔ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے؟ اور سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے

ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً" نذر و نیاز کہتے ہیں۔

سورہ فاتحہ و آیتہ الکرسی اور تین بار یا سات بار سورہ اخلاص' اول و آخر ۳۔۳ یا زائد بار درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ الہیٰ! میرے اس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہو تو ان کا نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہو اسے میرے عمل کے لائق نہ دے' اپنے کرم کے لائق عطا فرما اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا' اور ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام واولاد امجاد و مریدین و محبین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سید نا آدم علیہ الصلواۃ و السلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے اس میں مروجہ فاتحہ اور نذر نیاز کو جائز قرار دیا بلکہ اس کے ایصال ثواب کا طریقہ بھی بتایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے فتاویٰ رضویہ و احکام شریعت کے مذکورہ بالا حوالوں سے درج ذیل امور واضح ہو گئے۔

(۱) کسی کے مرنے کے بعد تیجہ' دسواں' چالیسواں' چھ ماہنہ اور سالانہ ختم دلوانا جس کا ہندوستان میں رسم و رواج ہے یہ مرنے والوں کے لئے ایصال ثواب کا ایک طریقہ جو تمام اہلسنت کے اجماع و اتفاق سے نہ صرف جائز بلکہ شریعت کی رو سے پسندیدہ اور عمل مستحب (باعث ثواب) ہے۔

(۲) اس کام کی ترغیب و تصویب کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

(۳) اس کام کو ناجائز کہنے والا یا تو جاہل بے وقوف ہے یا گمراہ باطل پرست۔

(۴) اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق آمنہ بی بی مرحومہ بنت جناب محمد شاہد ملک کے سوئم (تیجہ) کی فاتحہ پر اعتراض کرنے والا معترض جاہل بے وقوف بھی ہے اور گمراہ و باطل پرست بھی۔

## دو اچھے کام

پھر ان جاہلوں اور گمراہوں کا فاتحہ والے طعام کو حرام سمجھنا انتہائی جہالت، تعصب اور ازحد حماقت ہے کیونکہ اگر دو اچھے کام مل جائیں تو اچھائی میں اضافہ ہی ہوگا نہ کہ دونوں کی اچھائی مل کر حرمت (حرام ہونے) سے بدل جائے گی چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند و ہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست مگر جمع حسن باحسن و مندوب با مندوب وزنہار یکے با دیگرے منافی نیست نہ شرع بانکار ایں جمع وارد شد پس اورا محذور گفتن از دائرہ عقل بیروں رفتن است امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرمایند اذا لم یحرم الاحاد فمن این یحرم المجموع و ہمدرانست ان افراد المباحات اذا

پھر ان دونوں کاموں کا جمع کرنا کہ قرآن پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچاتے ہیں نیکی کے ساتھ نیکی اور مستحب کے ساتھ مستحب ہی کو جمع کرنا تو ہے اور ان دو میں سے کوئی کام بھی دوسرے کے مخالف نہیں اور نہ ہی شریعت نے ان کے جمع کرنے سے منع کیا۔ پس ان کو ممنوع کہنا دائرۂ عقل سے باہر جانا ہے۔ حجتہ الاسلام امام محمد غزالی، قدس سرہ العالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں جب کوئی چیزیں الگ حرام نہ ہوں تو ان کا مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا اور اسی کتاب

اجتمعت کان ذلک المجموع مباحا۔ میں ہے کہ مباحات کے افراد جب جمع ہو جائیں تو ان کا مجموعہ بھی مباح (جائز) ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ صفحہ ۱۸۶)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام و المسلمین محبوب المومنین احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے فتاوٰی شریفہ کی عبارت مذکورہ سے درج ذیل مسائل واضح ہوئے۔

۱۔ مسلمان تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، چھ ماہانہ اور سالانہ رسموں میں کوئی ناجائز کام نہیں کرتے بلکہ دو نیک کام ہی کرتے ہیں کہ قرآن پڑھتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچاتے ہیں۔

۲۔ یہ دونوں نیک اور مستحب (باعث ثواب) کام ہیں جنہیں جمع کیا جاتا ہے تو دونوں کاموں کا جمع کرنا دو نیکیوں کا جمع کرنا ہے۔

۳۔ ان دونوں سے کوئی کام بھی دوسرے کا مخالف نہیں۔

۴۔ ان کو ناجائز کہنا دائرہ عقل سے باہر جانا ہے۔

۵۔ غیر اہلسنّت جو ان کو منع کہتے ہیں وہ درحقیقت دائرہ عقل سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

۶۔ امام غزالی علیہ الرحمتہ نے بھی فرمایا کہ دو کام جو الگ الگ جائز ہوں ان کو جمع کرنا جائز ہے۔

۷۔ جب کچھ چیزیں الگ الگ جائز ہوں تو ان کا مجموعہ بھی جائز ہی ہوگا۔

## دو عبادتیں

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

وصولی ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دورا عام است

کہ کسی کو ثواب کا پہنچنا عبادات مالیہ سے ہی خاص نہیں بلکہ یہ عبادات مالیہ اور بدنیہ دونوں کو عام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ صفحہ ۱۸۶)

اعلیٰ حضرت کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو ہر عبادت کا ثواب پہنچا سکتے ہیں خواہ وہ عبادت مالیہ ہو جیسے صدقہ و خیرات کرنا یعنی مال خرچ کر کے اس کا کسی کو ثواب بخش دینا یا وہ عبادت بدنیہ ہو جیسے نوافل نماز و تلاوت و ذکر الہی وغیرہ۔

## ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

و دست بر داشتن از آداب مطلق دعاست و در حصن حصین فرماید آداب الدعاء منها بسط الیدین و رفعهما۔ یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از آداب دعاست

ہاتھ اٹھانا مطلق (کسی بھی) دعا کے آداب میں سے ہے اور حصن حصین شریف میں فرماتے ہیں کہ آداب دعا میں سے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور پھیلانا ہے یعنی دونوں ہاتھ اٹھانا صحاح ستہ کی احادیث کے حکم کے مطابق دعا کے آداب میں سے ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ صفحہ ۱۸۶)

اور حصن حصین شریف میں اس کے آگے ہے کہ دعا میں عمومی طور پر دونوں کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حیاء والا ہے کوئی بندہ دعا کے لئے اس کی بارگاہ میں دعا کے لئے جب وہ خالی ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے حیاء آتی ہے کہ انہیں واپس خالی لوٹائے (مشکوۃ) نیز حصن حصین میں یہ بھی ہے

و یتوسل الی اللہ سبحانہ بانبیائہ و الصالحین

(الحصن الحصین مع ۔تحفتہ الذاکرین صفحہ ۳۳)

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں انبیاء کرام اور نیکوں کا وسیلہ پیش کرے۔

غرضیکہ دعا میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

## تیجہ ' چالیسواں وغیرہ کوئی بھی شریعت میں منع نہیں ہے۔

اس کے بعد اعلٰی حضرت فرماتے ہیں کہ

بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ درشرع مطہر مستنکر باشد

خلاصہ یہ کہ تیجہ' دسواں' چالیسواں' چھ ماہا اور سالانہ فاتحہ و صدقہ و خیرات میں سے کوئی بھی شرع مطہر میں منع نہیں ہے۔

### چھٹا اعتراض

منکرین فاتحہ و ختم و درود کا ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ فقہاء کے نزدیک پہلے دوسرے' تیسرے اور ساتویں یا ساتویں کے بعد میت والوں کی طرف سے دعوتیں اور کھانے بنانے مکروہ ہیں۔ چنانچہ فتاوٰی بزازیہ میں ہے۔

و اتخاذ الدعوۃ فی الیوم الاول و الثالث و بعد الا سبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم و اتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القران و جمع الصلحاء و القراء للختم او لقراءۃ الا نعام اوالا خلاص

اور میت کے پہلے اور تیسرے روز اور ہفتہ کے بعد دعوت کا اہتمام کرنا اور سال بسال طعام قبر پر لیجانا اور قرآن کی قراءت کیلئے دعوت کا اہتمام کرنا اور صالحین اور قاریوں کو ختم قرآن یا سورہ انعام یا سورہ اخلاص کے لئے اکٹھا کرنا

مکروہ ہے۔

لہٰذا اس میں تیجہ و ساتواں و دسواں اور چالیسواں وغیرہ کا غلط ہونا ثابت ہو گیا۔ اس لئے یہ کام نہ کئے جائیں۔

## جوابات

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس میں فاتحہ مروجہ جو میت کے تیسرے یا ساتویں یا دسویں یا چہلم یا شش ماہ بعد یا سالانہ ختم کی صورت میں ہوتی ہے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس میں اھل میت کی طرف سے اس دعوت کی ممانعت ہے جو ریا ہو اور دکھاوے اور شہرت کے لئے کی جاتی تھی۔

لہٰذا اہل میت کا ایسی دعوت کا اہتمام کرنا ممنوع ہے جس کی بنیاد غلط ہو خواہ ریا کاری اور شہرت ہو جسے جاہلیت کے دور میں لوگ کرتے تھے چنانچہ صحیح امام ابی داود شریف میں اسے "کراھیة الذبح عندالقبر" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا عقر فی الاسلام قال عبدالرزاق، کانوا یعقرون عندالقبر یعنی ببقرة اوشئی

حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں کوئی "عقر" نہیں۔ امام عبدالرزاق نے فرمایا کہ لوگ قبر کے پاس جا کر گائے وغیرہ ذبح کرتے تھے۔

(سنن ابی داوٗد ج ۲ صفحہ ۱۰۳)

امام محمد الدین یعقوب فیروز آبادی القاموس المحیط میں لکھتے ہیں۔

عاقرہ فاخرہ فی عقر الابل

کہ "عاقرہ" کا معنی ہے فخریہ طور پر اونٹ ذبح کرنے میں مقابلہ کرنا۔

(صفحہ ۵۶۹)

گویا اہل جاہلیت قبروں کے پاس جانور لے جا کر فخر و تکبر اپنی اور میت کی بڑائی کے اظہار کے لئے ذبح کرتے تھے اور عام دعوت ہوتی تھی اسی کو اسلام نے منع کیا

ہے۔

نیز مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے

و تکرہ الضیافۃ من اھل المیت لا نھا شرعت فی السرور لا فی الشرور و ھی بدعۃ مستقبحۃ و قال علیہ السلام لا عقر فی الاسلام و ھو الذی کان یعقر عند القبر بقرۃ او شاۃ

(مراقی الفلاح ہامش الطحطاوی صفحہ ۳۳۹)

اہل میت کی طرف سے دعوت کا اہتمام مکروہ ہے، کیونکہ دعوت خوشیوں میں ہوتی ہے نہ کہ غموں میں اور ایسے موقع پر دعوت بدعت قبیحہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں "عقر" نہیں اور عقر وہ ہے کہ میت کی قبر کے پاس اونٹ یا بکری ذبح کی جائے۔

معلوم ہوا کہ اہل میت کو کھانے پکانے سے مطلقاً منع نہیں کیا گیا بلکہ اس دعوت سے منع کیا گیا جو جاہلیت کے دور کے لوگوں میں مروج تھی کہ وہ فخر و مباہات نام و نمود اور شہرت کے لئے کرتے تھے۔

معترض صاحب نے اعلیٰ حضرت کی احکام شریعت کے حوالہ سے جو فقہاء کی عبارات بھیجی ہیں ان میں سب میں یہی ہے کہ اہل میت کا دعوت و ضیافت کا اہتمام کرنا مکروہ و ممنوع ہے علامہ امام حسن بن عمار شربلالی حنفی ۱۰۶۹ھ نے وضاحت فرمادی کہ فقہاء نے اہل میت کو جس دعوت و ضیافت کے اہتمام سے منع کیا ہے یہ وہ ہے جو جاہلیت کے لوگ اپنے مردے کی قبر پر جانور لے جا کر ذبح کرتے اور اس پر فخر و مباہات کرتے تھے یا یہ کہ لوگ ان کے ہاں جا کر انہیں اپنے لئے کھانے پکانے کے اہتمام کرنے کا مطالبہ کریں اور ان کا مقصد غمزدوں کے ساتھ اظہار تعزیت و افسوس نہ ہو بلکہ دعوت کھانا ہو خواہ وہ وہاں جا کر قرآن ہی پڑھنے بیٹھ جائیں، ایسوں کے لئے بھی دعوت کا اہتمام کرنا مکروہ ہے جن کی غرض قرآن خوانی پیٹ پوجا ہو۔

نیز امام حافظ محدث مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، ابن الاثیرم

۶۰۶ھ اپنی کتاب "النہایتہ فی غریب الاحادیث" میں لکھتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں ہے۔

لا عقر فی الاسلام کانوا یعقرون الابل علی قبور الموتی ای ینحرونها و یقولون ان صاحب القبرکان یعقر للاضیاف ایام حیاته فنکافئه بمثل صنیعه بعد وفاته (النہایہ ج ۳ صفحہ ۲۷۱)

کہ "اسلام میں عقر نہیں یہ وہ رسم ہے جو جاہلیت کے دور میں ہوتی تھی کہ لوگ اپنے مردوں کی قبروں پر جا کر اونٹ ذبح کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے قبر والے صاحب اپنی زندگی میں مہمانوں کی ضیافتیں کرتے تھے لہٰذا ہم اس کی وفات کے بعد اسی طرح کی ضیافتوں سے اس کو بدلہ دے رہے ہیں۔

نیز کتاب الفروع امام ابو عبداللہ شمس الدین المقدسی ۷۶۳ھ اور تصحیح الفروع امام علاء الدین العلاحی ۸۸۵ھ میں ہے۔

حدیث لاعقر فی الاسلام کانوا یعقرون بقرة اوشاة اذامات لهم میت نحروا جزوراً۔ فنهی النبی وفسره غیر واحد بمعاقره الاعراب یتباری رجلان فی الکرم فیعقر هذا و یعقر هذا حتی یغلب احد علی الاخر وعن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن طعام المتباریین اسناد جید (الفروع و التصحیح ج ۲ ص ۲۹۷

یعنی لوگ میت کے روز فخریہ طور پر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے اونٹ یا بکری ذبح کر کے دعوت عام کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی فخریہ دعوتوں اور ضیافتوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

معلوم ہوا کہ فقہاء اس قسم کی دعوتوں سے منع کرتے ہیں نہ کہ ایصال یا ضرورت پر مبنی دعوت سے۔ الحمدللہ، ثابت ہو گیا کہ فقہاء اہل میت کو مطلقاً کھانے پکانے سے منع نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی ایصال سے روک رہے ہیں بلکہ وہ اس قسم کی دعوتوں سے منع کر رہے ہیں جو ریا و نام و نمود اور فخر و مباہات کے طور پر کی جاتی تھیں یا ان سے جو ان حاضرین کے بے جا مطالبہ و اصرار پر جن کا مقصد محض دعوت و ضیافت کھانا ہو جیسا کہ اعلیٰ حضرت سے پوچھے گئے سوال میں تفصیل سے درج ہے۔

اس کے علاوہ رہی فتاویٰ بزازیہ کی وہ عبارت جس میں ہے کہ قراءت قرآن کے لئے دعوت کرنا اور سورۃ انعام یا اخلاص یا ختم کے لئے صالحین اور قاریوں کو بلانا اور ان کے لئے دعوتیں تیار کرنا یہ اس صورت میں منع ہے کہ پڑھنے والوں کا مقصد کھانے کے لئے پڑھنا ہو یعنی جو اس شرط پر پڑھیں کہ انہیں کھانا کھلانا ہوگا یا وہ اس معاملہ میں معروف و مشہور ہوں تو معروف بھی مشروط کے مانند ہے۔ کیونکہ محض کھانے کی غرض سے پڑھنا پڑھوانا عظمت کلام الٰہی کے خلاف ہے چنانچہ علامہ شامی اپنے فتاویٰ میں فتاویٰ بزازیہ کی یہی عبارت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

و الحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ

اور خلاصہ بحث یہ ہے کہ محض کھانے کے لئے قرآن پاک پڑھنے کے لیے کھانا تیار کرنا منع ہے۔ (فتاویٰ شامیہ ج ۳ صفحہ ۲۴۰)

ثابت ہوا کہ ممانعت کی وجہ عمومی نہیں خصوصی ہے یعنی جب ایسے لوگوں کو بلایا جائے جو یہی پیشہ کرتے ہیں کہ جہاں میت ہو پہنچ گئے یا بلا لئے گئے، انہیں کسی کی غمی و خوشی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ قرآن پڑھتے ہی کھانے اور مالی مفاد اٹھانے کے لئے ہیں ان کے لئے کھانا پکانا تو ان سے کلام الٰہی کے ثواب کو خریدنا ہوا اور یہ کلام الٰہی کے تقدس اور اس کی عظمت کے منافی ہے اس میں کسی دوسری غرض کے لئے کھانا پکانے کی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ اگر قرآن پڑھنے والے پیشہ ور نہ ہوں جیسے عزیز و اقارب

یا دینی مدارس کے طالب علم جو پڑھائی کے سوا اور کسی بات کو اپنا مشن نہیں سمجھتے بلکہ مدارس والے انہیں عوامی و سماجی اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے بھیجتے ہیں وہ فقراء میں داخل ہیں کہ ان میں زیادہ تر مسافر ہوتے ہیں ان کو اگر اہل میت اپنی خوشی سے اور ثواب کی نیت سے کھلائیں پلائیں تو ثواب ہوگا۔

## اہل میت کن صورتوں میں خود کھانا پکا سکتے ہیں

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کہیں میت ہو جائے تو ان کے پڑوسیوں یا عزیزوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ اہل میت (میت کے گھر والوں) کے لئے ایک دن صبح و شام (یعنی دو ٹائم) کے کھانے کا اہتمام کریں چنانچہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو وہ غمزدہ ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے ان کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم فرمایا" فقہاء اس حکم شریف کو استحباب پر محمول فرماتے ہیں لہٰذا مستحب پر عمل ضروری نہیں جب ضروری نہ ہوا تو کیا اہل میت بھوکے بیٹھے رہیں اور جو ان کے نہایت ہی قریبی رشتہ دار دور دراز سے سفر کر کے ان کے ہاں پہنچے تو وہ بھی بھوکے بیٹھے رہیں گے۔ پھر موت بھی ایسے گھرانے میں ہو جہاں وہی اکیلا ہی مسلمانوں کا گھرانا ہے آس پاس کے ہمسائے غیر مسلم یا بد مذہب ہیں یا مسلمان ہیں مگر غریب ہیں کہ ان میں ہمت نہیں کہ اہل میت کو دو وقت کا کھانا دے سکیں یا امیر ہیں مگر دل کے فقیر و بخیل ہیں اسلامی احکام سے ناواقف اور بے مروت و بے حس ہیں تو ان تمام صورتوں میں کیا فقہاء کرام یہی بات پسند کریں گے کہ اہل میت صبح و شام بھوکے رہیں ان کے دور دراز کے آئے ہوئے عزیز بھی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی، جن کی بھوک لحظہ بہ لحظہ تازہ رہتی ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں اسی لئے انہوں نے اسے لفظ "یستحب" کے ساتھ بیان کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسیوں اور قریبی رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ ان کے

لئے ایک دن اور ایک رات کا کھانا تیار کریں اور ان کے ساتھ جا کر کھائیں اور اگر اہل میت غم کی وجہ سے کھانے سے گریز کریں تو یہ ضد و اصرار کر کے ان کو اپنے ساتھ کھلائیں۔ مگر اسلام میں یہ نہیں کہ اہل میت کے لئے مستحب ہے کہ وہ کھانا نہ پکائیں بلکہ اگر وہ ضرورت محسوس کریں تو پکا سکتے ہیں چنانچہ اسی فتاویٰ بزازیہ میں کتاب الاحسان میں ہے

و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا (الفتاوئ البزازیہ ج ٦ ص ٣٧٩ بهامش الهنديہ)

اگر اہل میت محتاجوں کے لئے کھانا بنائیں تو اچھی بات ہے۔

لیجئے یہی صاحب فتاویٰ بزازیہ ایک جگہ تو اہل میت کے کھانا پکانے کو مکروہ بتا رہے تھے اور دوسری جگہ مستحسن۔ معلوم ہوا کہ کھانا پکانے کی ممانعت کی صورت ریا کاری، ملمع سازی، تکبر، نام و نمود اور شہرت کا حصول ہے جیسا کہ معراج کے حوالہ سے علامہ شامی نے کہا۔

و هذه الافعال كلها للسمعة و الرياء فيحترز عنها لا نهم لا يريدون بهاوجه الله۔ (شامی ج ٢ صفحہ ٢٤١)

کہ یہ سب کام جن کا "لاعقرفی الاسلام" میں ذکر ہوا حصول شہرت اور ریا کاری کے لئے ہیں ان سے پرہیز کیا جائے کیونکہ وہ (ایسا کرنے والے) اس سے رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں رکھتے۔

اور اگر محض ایصال ثواب و رضائے الٰہی کے لئے ہو تو اچھی بات ہے اور اس میں ثواب جیسا کہ فتویٰ بزازیہ کی عبارت سے روشن ہے نیز فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

و ان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اذا كانوا بالغين ۔

کہ اہل میت بالغ ہوں اور باہمی صلاح مشورہ سے میت کے ترکہ سے فقراء و

ضرورت مندوں کو رضائے الٰہی کے لئے کھانا پکا کر کھلائیں تو اچھی بات ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ صفحہ ۴۰۵ بہامش الھندیہ)

ثابت ہوا کہ اہل میت کا کھانے کی دعوت کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے بلکہ ممانعت کی وہی صورتیں ہیں جن کا ذکر ہوا۔

## اہل میت کو رضائے الٰہی کے لئے کھانا پکانا جائز ہے

فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے گذرا کہ فقراء و مساکین و محتاجوں اور ضرورتمندوں کے لئے کھانا پکانا اچھا ہے اور شامی کی عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ اگر دعوت کا مقصد حصول شہرت ریا کاری، تکبر و غرور اور شان و شوکت کا مظاہرہ ہو تو منع ہے اور رضائے الٰہی ہے تو جائز ہے۔

## سیدنا غوث اعظم کے شاگرد رشید امام ابن قدامہ کا فتویٰ

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید امام حافظ محدث و فقیہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ ۶۲۰ھ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وان دعت الحاجة الی ذلک جاز فانه ربما جاء هم من یحضر میتهم من القری و الاماکن البعیدة و یبیت عندهم ولا یمکنهم لا الا ان یضیفو هم

(المغنی لابن قدامہ ج ۲ صفحہ ۵۵۰/ ۵۵۱)

اگر اہل میت کو کھانا بنانے کی حاجت ہو تو جائز ہے بنا سکتے ہیں کیونکہ بسا اوقات ان ہاں میت پر بستیوں اور دور دراز کے علاقوں سے ان کے قریبی رشتہ دار و احباب حاضر ہوتے ہیں اور ان کو ان کے ہاں ٹھہرنا پڑتا ہے اور اہل میت کو ان کو کھلائے پلائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

لہٰذا ایسی صورت میں وہ اپنے لئے اور اپنے بچوں اور دور دراز سے آئے ہوئے عزیز و اقارب کے لئے کھانا پکا سکتے ہیں یہ امام ابن قدامہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ

عنہ کے شاگرد رشید ہیں اس مسئلہ میں ان کا فتویٰ گویا ان کے شیخ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہی فتویٰ ہے پھر امام شمس الدین المقدسی م ۷۶۳ھ الفروع میں اور امام علاء الدین الصالحی م ۸۸۵ھ تصحیح الفروع میں فرماتے ہیں۔

ویکرہ صنیع اھل المیت الطعام الالحاجۃ — کہ اہل میت کو کھانا پکانا مکروہ ہے ہاں ضرورت ہو تو پکا سکتے ہیں۔

(کتاب الفروع و تصحیح الفروع ج ۲ صفحہ ۲۹۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل میت کو مطلق کھانا پکانا مکروہ نہیں ہے جب پکانا مکروہ نہیں ہے اس کا کھانا کیسے مکروہ ہو گا کیا کھانا ضائع کرنے کے لئے پکایا جائے گا؟

## اہل میت کے ہاں کھانا کھانے کا جواز

جیسا کہ بیان ہوا کہ اہل میت ضرورت کے وقت دور دراز سے آئے ہوئے شریک غم عزیزوں کے لئے کھانا پکائیں تو بلاشبہ جائز ہے خواہ پہلے دن ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے اور استطاعت کے مطابق فقراء و صلحاء و تدفین میں شریک حضرات کے لئے کھانے کی دعوت کریں اور انہیں بلا کر کھلائیں تو ایسا کرنا جائز ہے اہل میت کے لئے بھی اور مدعوئین (بلائے گئے حضرات) کے لئے بھی اس دعوت کو قبول کرنا سنت ہے بلکہ واجب کیونکہ حدیث شریف میں ہے اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے پر بلایا جائے تو چلا جائے۔ ایک اور حدیث میں ہے من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوۃ ۲۷۸) "کہ جس نے دعوت ٹھکرا دی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔" لہٰذا اگر اہل میت لوگوں کو کھانا کھلائیں اور اپنی خواہش سے کھلائیں تو بلاشبہ جائز ہے نیز میت کی تدفین کے بعد تو ویسے بھی ان کے ہاں اظہار تعزیت اور ان کو صبر کی تلقین کرنے اور ان کو اپنے ساتھ بٹھا کر بہ اصرار کھلانے کے لئے جانا مسنون و اولیٰ

ہے جیسا کہ فقہاء فرماتے ہیں چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

و ھی بعد الدفن افضل منھا قبلہ لان اھل المیت مشغولون قبل الدفن بتجھیزہ ولان وحشتھم بعد الدفن لفراقہ اکثر الخ
(شامی ج ۲ صفحہ ۲۴۱)

کہ اہل میت کی تعزیت دفن سے پہلے کی نسبت بعد میں کرنا افضل ہے کیونکہ پہلے تو اہل میت کو فرصت ہی نہیں کہ وہ تو اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس لئے بھی کہ اس کے دفن کے بعد اس کی جدائی کا احساس ان کو زیادہ غم میں ڈالتا ہے

لہٰذا ایسے لوگ جو صبح سے ان کے ہاں آئے ہوئے ہیں اور شریک کام رہے ہیں حتی کہ رات ہو گئی بھوکے بھی رہے اگرچہ کھانا نہ مانگیں مگر تعزیت کے لئے آئے ہوں تو اگر اہل میت یا ان کے کوئی عزیز ان کو کھلانے کی ضرورت محسوس کریں اور کھلانے پر مجبور کریں اور وہ کھالیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

نیز امام ابن حجر مکی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

و اذا کان فی المبیت عند اھل المیت تسلیۃ لھم لوجبر لخواطرھم لم یکن باس لانہ من الصلات المحمودۃ التی رغب الشارع فیھا و الکلام فی مبیت لا یتسبب عنہ
(الفتاوٰی الکبریٰ ج ۲ ص ۷)

اور جب میت والوں کے ہاں رات گذارنے میں ان کے لیے تسلی اور اس میں ان کی دلجوئی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ باہمی اچھے تعلقات میں سے ہے جن کی صاحب شریعت نے ترغیب دی ہے اوراعتراض اس رات گذاری میں ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو۔

چنانچہ علامہ زحیلی الفقہ الاسلامی میں لکھتے ہیں کہ

وان دعت الحاجۃ الی ذلک جاز

اگر اہل میت کو کھانا پکانے کی ضرورت ہو

فانه ربما جاء هم من يحضر مينهم من القرى والا ماكن البعيدة (الفقه الاسلامی ج ۲ ص ۵۵۰)

تو جائز ہے پکا سکتے ہیں کہ بسا اوقات ان کی میت کے غم میں ان کے قریبی رشتہ دار وغیرہ بستیوں اور دور دراز کے علاقوں سے حاضر ہوتے ہیں۔

اور عین ممکن ہے کہ ان کے قرب و جوار کے لوگ سب مہمانوں کا کھانا بنانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں اہل میت کو کھانے بنانے کی ضرورت ہو گی لہٰذا ان کو جائز ہے اس کے علاوہ بھی فقراء و صالحین کی دعائیں لینے کے لئے انہیں گھر بلا کر ان کی دعوت کرنا خواہ پہلے روز یا بعد از دفن ہو بلاشبہ جائز ہے بلکہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔

## ایک عورت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کرنا

یہ حدیث مشکوۃ شریف کی کتاب الفتن کے باب المعجزات کی فصل ثالث میں ہے ایک انصاری صحابی فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبر پر کھڑے قبر کھودنے والے کو ہدایات دے رہے ہیں کہ اس کے پاؤں کی طرف سے کھلا کرو اس کے سر کی طرف سے اسے کشادہ کرو۔

فلما رجع استقبله داعی امراته فاجاب و نحن معه فجیئی بالطعام فوضع یده ثم وضع القوم فاكلوا الخ (مشکوۃ صفحہ ۵۴۴)

تو جب آپؐ واپس لوٹے تو میت کی بیوی کا بلانے والا آیا آپؐ اس کے ساتھ چل پڑے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے تو کھانا لایا گیا آپؐ نے کھانا شروع کیا پھر قوم نے کھایا۔

## ایک عظیم معجزہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس حدیث میں آگے اس طرح ہے کہ کھانے کے دوران ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ لقمہ اپنے منہ مبارک میں گھما رہے ہیں اسے نگل نہیں رہے پھر فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ جو بکری کا گوشت ہے اسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے (اس لئے لقمہ میرے حلق میں نہیں اتر رہا) میت کی بیوی کو پتہ چلا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ میں نے نقیع (جہاں بکریاں بیچی جاتی ہیں) کی طرف بکری خریدنے والے کو بھیجا تھا تاکہ وہ بکری خرید لائے لیکن وہاں بکری نہ ملی تو میں نے ایک پڑوسی کی طرف آدمی بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ اس بکری کو اسی قیمت پر مجھے بھیج دے لیکن وہ پڑوسی نہ ملا تو میں نے اس کی بیوی کو کہلا بھیجا تو اس نے مجھے وہ بکری بھیج دی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔

## علم و نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا پتہ چلا کہ آپ کا باطن اس قدر نورانی تھا کہ کوئی ظلمانی و نامناسب چیز آپ کے حلق سے نیچے اتر ہی نہیں سکتی تھی دوسرا یہ کہ آپ کے علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ آپ نے کرم خداوندی سے اور خداداد علم سے جان لیا کہ یہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔

## نفس مسئلہ

اور مطلب تو نفس مسئلہ تھا جو واضح ہو گیا کہ اھل میت اپنی مرضی سے کھانا پکانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں وہ خود بھی کھا سکتے ہیں اور مہمانوں کو بھی اور خصوصاً تدفین میں شریک ہونے والوں کو کھلا سکتے ہیں۔

## مفتی رشید احمد صاحب دیوبندی کی جرح کا جواب

علماء دیو بند کے دار العلوم کراچی کے محدث و مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک بہتر جواب یہ ہے کہ "کاتب کی غلطی سے بجائے لفظ "امراۃ" بلا اضافت کے "امراتہ" بالاضافت لکھا گیا ہے چنانچہ ابو داؤد جلد دوم کتاب البیوع و طحاوی میں بلا اضافت ہے" صاحب مشکوۃ ناقل ہیں ابو داود سے لہٰذا بہ وقت تعارض ابو داؤد کی ہی روایت کا اعتبار ہوگا پس استدلال کی بنا ہی منہدم ہو گئی۔"

(احسن الفتاویٰ صفحہ ۱۳۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب مشکوۃ نے ابو داود کے جس نسخہ سے اس حدیث کو درج کیا ضروری نہیں ان کے پیش نظر وہی نسخہ ہو جو جناب والا کے ہاں ہے اختلاف نسخ تو مشہور و مسلم بات ہے لہٰذا بجائے اس کے ہم اس کتاب کی غلطی قرار دیکر اپنے ہاں پڑھائی جانے والی تمام کتب مشکوۃ کو غلط ٹھہرائیں اس سے بہتر نہیں کہ ہم اسے سنن ابو داؤد کے اختلاف نسخ پر محمول کریں جو اہل علم میں مشہور و مسلم بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتاب کی غلطی کا احتمال صرف مفتی دار العلوم کراچی کے ہی وہم میں کیوں آیا۔ مشکوۃ کے شارحین کے خیال شریف میں یہ بات کیوں نہیں آئی جبکہ شارحین نے خود اسی حدیث سے اہل میت کے ہاں کھانے کا جواز ثابت کیا ہے جبکہ بعض فقہاء کی بیان کردہ ممانعت و کراہت کی مختلف توجیہات فرمائی ہیں۔

## فقہ و حدیث میں تعارض

جناب پر واضح ہونا چاہئے کہ یہ طریقہ ایمان بالحدیث کے خلاف ہے کہ اگر کسی موقع پر بعض فقہاء کی بعض عبارات حدیث کے خلاف جاتی ہوں تو ہم فقہ کی ان عبارات کو تو وحی کا درجہ دیدیں اور ان کی کوئی توجیہہ و تاویل کرنا گوارا نہ کریں مگر اس

کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف پر عمل نہ کرنے کی راہیں ڈھونڈنے لگیں۔ یہ تو

ع خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں"

والی بات ہو جائے گی جو کسی طرح بھی لائق تحسین نہیں ہے آخر ہم مسلمان ہیں اور ہمیں "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول" قرآن کا حکم ہے کہ تم پر اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت فرض ہے اس کے مقابلہ میں کسی کے بھی قول و فعل کی کوئی اہمیت نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی لائق احترام بزرگ ہو۔ خواہ وہ بزرگ مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز کیوں نہ ہو یا وہ کوئی بڑا روحانی پیشوا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کے مقابلہ میں کسی کے بھی قول و عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہم کوشش کریں گے کہ بزرگوں کی بات یا فقہاء کے اقوال کی توجیہہ معقول کر کے ان کو حدیث پاک کے تابع و مطابق قرار دیا جائے۔

لہٰذا جن شارحین کرام نے فقہاء کی عبارات کی توجیہہ فرمائی ہے وہ ان سے بہتر فکر رکھتے ہیں جنہوں نے فقہاء کی عبارات کے مقابلہ میں حدیث شریف کی توجیہ کرنا شروع کر دی۔ بلکہ ہمیں یوں کہنا چاہیے کہ جہاں "امراۃ" اضافت کے بغیر آیا ہے اس سے مراد "امراۃ" میت ہی کی بیوی ہے۔ یعنی اس مطلق کو مقید پر محمول کریں تاکہ کوئی بات بلاجواز نہ کہنی پڑے۔

## شارحین حدیث فقہاء کرام

آیئے اس سلسلے میں خود مفتی دارالعلوم ہی نہیں تمام امت دیوبند کے مسلم بزرگ کا حوالہ پیش خدمت ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں

مشکوۃ کے مشہور شارح علامہ نواب محمد قطب الدین خاں کی مظاہر حق شرح مشکوۃ جس کی تزئین و ترتیب جدید علماء دیوبند کے مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری

(فاضل دیو بند) نے فرمائی ہے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

حدیث میں جس کھانے کا ذکر ہے وہ دراصل میت کی بیوی نے ایصال ثواب کی نیت سے فقراء اور مساکین کو بطور صدقہ کھلانے کے لئے تیار کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ کھانا بطور ہدیہ پیش کیا گیا' اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان صحابہ کرامؓ کے ساتھ جو ضرورت مند اور مفلس تھے' میت کے گھر اس کھانے پر تشریف لے گئے' علاوہ ازیں بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ جو لوگ تجہیزو تکفین اور تدفین میں شریک ہوں ان کے لئے اہل میت کی طرف سے پیش کئے جانے والے طعام کو کھانا درست ہے یہی نہیں بلکہ جو فقہاء طعام مصیبت (میت وغیرہ کے موقع پر تیار کئے گئے کھانے) کو مکروہ لکھتے ہیں انہوں نے بھی اس صورت کو مستثنٰی رکھا ہے لہٰذا میت کے گھر کھانے پر آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کے جانے کو اس صورت پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ وہ سب تجہیزو تکفین اور تدفین میں شریک تھے اس لئے میت کے اہل بیت کی دعوت پر کھانا کھانے چلے گئے -------- اس بحث کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث اور فقہی روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔"

(مظاہر حق شرح مشکوۃ ج ۵ صفحہ ۵۴۹/۵۵۰)

علماء دیو بند کے ممدوح جناب علامہ نواب قطب الدین خاں کی مندرجہ بالا عبارت سے درج ذیل باتیں واضح ہو گئیں۔

۱۔ ایک یہ کہ میت والے میت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکا سکتے ہیں اور ایصال ثواب برحق ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ وہ کھانا فقراء و مساکین کو کھلایا جائے گا جو ان کے لئے صدقہ ہو گا۔

۳۔ تیسرا یہ کہ وہی کھانا کسی ایسی شخصیت کو بطور ہدیہ پیش کیا جا سکتا ہے

جس کے لئے صدقہ مباح جائز نہ ہو۔

۴۔ چوتھا یہ کہ صدقہ و حدیہ کا کھانا الگ الگ پکانے کی حاجت نہیں بلکہ کھلانے والے کی نیت میں ہونا کافی ہے کہ یہ مستحقین کے لئے صدقہ اور غیر مستحقین کے لئے ہدیہ ہے ثواب ہدیہ کا بھی ہے کہ حدیث میں ہے ایک دوسرے کو ہدیے دیا کرو اسلامی اخوت و محبت میں اضافہ ہوگا چنانچہ وہاں اس قسم کا کوئی اعلان نہ کیا گیا تھا کہ صحابہؓ مستحقین کے لئے تو یہ کھانا صدقہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم و غیر مستحقین کے لئے ہدیہ۔ کیونکہ شریعت کا فرمان ہے انما الاعمال بالنیات (بخاری و مسلم) "کہ عملوں کا ثواب نیتوں سے ملتا ہے۔"

۵۔ پانچواں یہ کہ جو لوگ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک رہے ان کے لئے بھی میت والوں کی طرف سے پیش کئے جانے والا طعام جائز ہے۔

۶۔ چھٹا یہ کہ جن فقہاء نے اہل میت کے ہاں کھانے کو مکروہ لکھا ہے انہوں نے بھی ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔

۷۔ ساتواں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ بھی چونکہ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک تھے اس لئے ان کو وہ کھانا بلاشبہ روا تھا۔

۸آٹھواں یہ کہ فقہاء کے اقوال و حدیث مذکور میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

الحمدللہ نواب صاحب کی اس وضاحت نے دارالعلوم کراچی کے دیو بندی مفتی صاحب کی رائے کا قلع قمع ہی کر دیا۔

## فخرالحسن دیو بندی

اب اسی ابو داود شریف پر فخر علماء دیو بند جناب علامہ فخرالحسن دیو بندی صاحب کا حاشیہ عربی بھی ملاحظہ فرمایئے وہ کیا فرماتے ہیں کہ

هذا الحديث يدل على انه يجوز للضيف ان يتناول من بيت المصاب لموت قريبه و فيه رد على ما اشتهر فى زماننا هذا على السنة الناس

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل میت کے گھر سے کھانا جائز ہے اور اس میں اس بات کا بھی رد ہے جو ہمارے اس زمانہ میں لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے کہ اہل میت کے ہاں کھانا مکروہ ہے۔

(التعلیق المحمود حاشیہ ابی داود ج ۲ صفحہ ۱۱۷)

لیجئے یہ معترض کے بزرگوں کا ہی حوالہ ہے جو اس حدیث کی رو سے معترض کے خیال کو مردود ٹھہرا رہا ہے یہ جناب فخر دیو بند فخر الحسن صاحب کی بڑی جرات ہے کہ انہوں نے امت دیو بندیہ کے ذوق کے خلاف حق بات کہہ ڈالی ہے۔ (فللہ الحمد)

## غلط تاویلات کا رد

جو لوگ یہاں یہ غلط تاویلیں کرتے ہیں کہ ایک تو یہ کھانا بطور دعوت نہیں پکایا گیا تھا اور دوسرا یہ کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت طعام کے لئے بلایا گیا تھا اس کے گھر حضور تشریف لے گئے کھانے کا وقت تھا اس نے کھانا بھی پیش کر دیا۔ انہیں یہ فرماتے ہوئے یہ محسوس نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ پوچھا کہ ہم تو میت کے دفن سے فارغ ہو گئے اب اس کی بیوی کے ہاں جانے کا کیا مقصد ہے نیز وہ کھانے کا وقت تھا دعوت نہ تھی تو عام شرکاء تدفین کے لئے وہ کھانا کیسے تیار ہو گیا۔ اس سلسلے میں امام المحدثین و عمدۃ العارفین سیدنا حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے جو اس حدیث کا ترجمہ و مفہوم پیش کیا ہے اس سے غلط تاویلات کا راستہ خود ہی بند ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

(فلما رجع استقبله داعى امراته) پس چوں برگشت آنحضرت صلى الله علیه وسلم یعنی از دفن میت پیے آمد آنحضرت را دعوت کننده بطعام از

تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہو کر پھرے تو میت کی بیوی کی طرف سے کھانے کی

آنحضرت را دعوت کننده بطعام از جانب زن آں میت (فاجاب) پس اجابت کرد آنحضرت و قبول کرد دعوت او را ورفت بخانه او (و نحن معه) وما با آنحضرت بو دیم یعنی ما نیز رفتیم و طفیلی آنحضرت شدیم یا آنحضرت رابا جماعت دعوت کرده بود الخ (اشعته اللمعات ج ۴ صفحه ۵۹۲)

دعوت دینے قاصد آپ کے حضور حاضر ہوا پس آپ نے اس کے کھانے کی دعوت قبول فرمائی اور اس کے گھر تشریف لے گئے اور ہم (صحابہ) آپ کے ساتھ تھے یعنی ہم بھی آپ کے طفیل شریک دعوت ہو گئے یا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی جماعت کے ساتھ ہی کھانے کی دعوت عرض کی تھی۔

## فوائد

سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے اس ترجمہ و مفہوم حدیث سے درج ذیل فوائد معلوم ہوئے۔

۱۔ ایک یہ کہ میت کی بیوی نے دیدہ دانستہ دعوت کا اہتمام کیا تھا کہ بکری منگوائی گئی اور اسے ذبح کیا گیا لہٰذا یہ کہنا کہ وہ دعوت نہ تھی اتفاقاً" کھانے کا وقت تھا' غلط تاویل ہے۔

۲۔ دوسرا یہ میت کی بیوی کے قاصد نے وہاں ہی عرض کر دی تھی کہ حضور کھانے کی دعوت تیار ہے حضور تشریف لے چلیں چنانچہ آپ صحابہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ اگر کسی محترم و بزرگ ہستی کو بلایا جائے تو اس کے ساتھ طفیلی لوگوں کو بھی کھانا جائز ہے۔

۴۔ چوتھا یہ کہ اہل میت کا تجہیز و تکفین اور تدفین والوں کے لئے اپنے ہاں

کھانا پکانا بلاشبہ جائز ہے۔ (لیکن ان سے فرمائش کر کے کھانا تیار نہ کرایا جائے یہ ممنوع ہے۔)

## جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث کی رائے

نیز معترض صاحب کے لئے اور دارالعلوم کراچی کے محدث و مفتی صاحب کے لئے ان سب کے استاذ جامعہ اشرفیہ کے بڑے قابل فخر شیخ الحدیث جناب علامہ محمد ادریس کاندھلوی صاحب کا حوالہ اور ان کی رائے بھی بڑی اہمیت کی حامل ہو گی جو انہوں نے اس حدیث کی شرح میں ارشاد فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں

(فلما رجع) عن المقبرة (استقبله داعی امرأته) ای زوجة المتوفی الخ (التعلیق الصبیح ج ۷ صفحہ ۲۳۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان سے واپس لوٹے تو جس نے آپ کو کھانے کی دعوت دی وہ میت کی بیوی کا قاصد تھا۔

علامہ کاندھلوی صاحب نے تو اس حدیث پر وہ قیل و قال نہ فرمائی جو دارالعلوم کراچی کے فاضل دیوبند کی وھم باطل میں سمائی بس خدا تعالیٰ نے ان کو وہ حق بات ہی نہ سوجھائی، سچ ہے کہ تعصب کا علاج نہ دعا نہ دوائی۔

## علماء دیوبند کے امام کا فرمان

لیجئے اب ابو داود شریف کی اسی حدیث کی شرح میں علماء دیوبند کے امام جناب علامہ خلیل احمد ابنیٹھوی صاحب کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

کہ اس حدیث کا جو مشکوۃ شریف میں ہے ایک جواب تو یہ ہے کہ اس واقعہ کو نہی سے پہلے پر محمول کیا جائے یعنی پہلے میت والوں کے ہاں کھانے کی اجازت ہوا کرتی تھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔ لیکن چونکہ یہ جواب معقول نہ تھا اس لئے پھر صحیح جواب کی طرف پلٹ آئے اور فرمایا کہ

يحمل على بيان الجواز فانها من اهل الميت ليست بمحرمة بل مكروه فلعله فعله صلى الله عليه وسلم لبيان الجواز

(بذل المجهود ج ٥ ص ٢٣٩)

اس واقعہ کو بیان جواز پر محمول کیا جائے کیونکہ اہل میت کے ہاں دعوت حرام نہیں بلکہ خلاف اولیٰ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے تناول فرمایا کہ امت کے لئے اس کی اجازت ہو جائے۔

لیجئے علماء دیو بند کے اس امام کو بھی وہ بات نہ سوجھی جو دارالعلوم کراچی کے فاضل دیو بند کے شگوفہ وھم باطل میں پھوٹی کہ مشکوۃ کے تمام نسخوں میں یہ کتابت کی غلطی صدیوں سے چلی آ رہی ہے علماء کرام و محدثین عظام صدیوں سے اسے درس نظامی میں اپنے شاگرد علماء کو غلط ہی پڑھاتے چلے آ رہے ہیں اور یہ کتابت کی غلطی زمانہ حاضر کے ایک دیو بندی فاضل کو ہی الہام ہو گئی جس سے زیر بحث مسئلہ میں ان کی سیف قلم بے نیام ہو گئی۔ یقیناً اس قسم کے الہامات کا سلسلہ رئیس قادیان اور دارالعلوم دیو بند کے اعیان میں ایک قدر مشترک چلا آ رہا ہے۔

## سلطان المحدثین علی بن سلطان المکی کا فتویٰ

اس حدیث کی شرح میں سلطان المحدثین و امام المحققین علی بن سلطان المکی علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا وہ ملاحظہ فرمائیے۔

هذا الحديث بظاهره رد على ما قرره اصحاب مذهبنا من انه يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول او الثالث او بعد الا سبوع كما فى البزازية وذكر فى الخلاصة انه لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة ايام

میت کے کھانے کے سلسلہ میں فقہاء کے جو اقوال ہیں بظاہر یہ حدیث ان کے خلاف ہے مثلاً بزازیہ میں لکھا ہے کہ (میت کے ورثاء کی طرف سے پہلے دن (یعنی موت والے دن) یا تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کھلانا مکروہ ہے' اسی طرح خلاصہ میں مذکور ہے کہ تیسرے دن (تیجا کے نام پر) کھانے کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو اس کھانے پر بلانا مباح نہیں ہے۔ زیلعی نے

و قال الزيلعى و لا باس بالجلوس
للمصيبة الى ثلاث من غير
لرتكاب محظور من فرش البسط
والا طعمة من اهل الميت و قال
ابن الهمام يكره اتخاذ الضيافة من
اهل الميت و الكل عللوه بانه
شرع فى السرور لافى الشرور
قال و هى بدعة مستقجة روى
الامام احمد و ابن جان باسناد
صحيح عن جرير بن عبدالله قال
كنانعد الاجتماع الى اهل الميت
و صنيعهم الطعام من النياحة
انتهى فينبعى ان يقيد كلامهم
بنوع خاص من لجنماع يو جب
استحياء اهل بيت الميت
فيطعمونهم كرها لو يحمل على
كون بعض الورثة صغيرا لوغائبا
اولم يعرف رضاء اولم يكن الطعام
من عند احد معين من مال نفسه
لا من مال الميت قبل قسمنه و
نحو ذلك و عليه يحمل قول
قاضى خان يكره اتخاذ الضيادة

کما ہے کہ تین دن تک (غم منانے کے لئے)
بیٹھنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ ممنوع چیزوں
کا ارتکاب نہ ہو' جیسے بچھونے بچھانا اور دعوت و
ضیافت کا اہتمام کرنا۔ نیز ابن ہمام نے بھی لکھا
ہے کہ اہل میت کا ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ ان
فقہاء نے علت یہ بیان کی ہے کہ ضیافت خوشی
میں مشروع ہے نہ کہ غمی میں اور ابن ہمام نے
یہ بھی کہا ہے کہ اہل میت کی ضیافت (جو غمی
میں دی جائے) بدعت سیہ ہے نیز امام احمد اور
ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت جریر ابن
عبداللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ (تدفین
کے بعد میت کے گھر میں لوگوں کے جمع ہونے
اور اہل میت کی طرف سے کھانا دیئے جانے کو
ہم نوحہ میں شمار کرتے تھے (جس کی سخت
ممانعت منقول ہے) ------ پس عاصم ابن
کلیب کی روایت کردہ مذکورہ حدیث چونکہ
فقہاء کے ان اقوال کے خلاف جاتی ہے اس لئے
(اس حدیث اور فقہی روایتوں کے درمیان
تطبیق کی خاطر) ضروری ہے کہ فقہاء کے اقوال
کو یا تو خاص نوعیت کے ساتھ مقید کیا جائے مثلا
یہ کہا جائے کہ فقہی روایتوں کے مطابق میت
کے گھر لوگوں کو اکٹھا ہونے کی جو ممانعت ہے وہ
اس صورت میں ہے جب کہ لوگ محض رسمی
طور پر یا ظاہرداری کے لئے میت کے گھر اکٹھا
ہوں اور اہل میت کو شرما شرمی ان کے کھانے کا
انتظام کرنے پر مجبور ہونا پڑے یا ان فقہی
روایتوں کو اس صورت پر محمول کیا جائے جس
میں کھانے کا انتظام میت کے ترکہ میں سے ہو
اور ورثاء میں سے کچھ صغیر السن ہوں یا موجود

فی ایام المصیبة لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا و اماالوصیة با تخاذ الطعام بعد موتہ لیطعم الناس ثلاثہ ایام فباطلة علی الاصح و قیل یجوز ذلک من الثلث و ھوالا ضھر

(المرقاہ شرح المشکوۃ ج ۵ صفحہ ۴۸۳ ط ۴۸۲)

نہ ہوں اور یا ان کی اجازت و رضا معلوم نہ ہو یا یہ کہ کھانے کا انتظام کسی شخص نے اپنے ذاتی مال سے نہ کیا ہو بلکہ میت کے اس مال سے کیا ہو جو ورثاء کے درمیان تقسیم نہ ہوا ہو۔ ان کے علاوہ کچھ دوسری صورتیں بھی ہیں جن میں میت کا کھانا مختلف اسباب کی بنا پر مکروہ ہے۔ نیز قاضی خاں کا یہ قول بھی انہی صورتوں پر محمول ہے کہ غمی اور مصیبت کے دنوں میں ضیافت کا اہتمام کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ دن رنج و الم کے اظہار کے لئے ہیں اور یہ چیز خوشی و مسرت کے موقع کی غماز ہوتی ہے ہاں اگر (میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے) فقراء کو کھلانے کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جائے تو یہ بے شک اچھا عمل ہو گا' جہاں تک اس صورت کا تعلق ہے اگر کوئی شخص یہ وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال میں سے کھانے کا اہتمام کر کے لوگوں کو تین دن تک کھلایا جائے تو زیادہ صحیح روایت کے مطابق یہ وصیت سرے سے باطل قرار پائے گی' گو بعض حضرات نے کہا ہے کہ وصیت تہائی مال میں جائز ہوگی اور یہی قول زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

الحمدللہ کہ حضرت سلطان الفقہاء علیہ الرحمتہ نے بھی حدیث کی توجیہ نہیں فرمائی بلکہ فقہاء کے اقوال کی توجیہ کر کے ان کو حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹکرانے سے بچا لیا کراچی کے فاضل دیو بندی اور معترض کی طرح نہیں کہ آنکھیں بند کر کے فقہاء کے اقوال کو وحی الٰہی یا فرمان نبویؐ کے مساوی درجہ دے ڈالا۔

## علامہ امام برہان الدین حلبی کا فتویٰ

امام علامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی م ۹۵۶ھ نے جو حنفی ہیں

اور علوم عربیہ و تفسیر و حدیث و قراءت و اصول و فروع کے حافظ و محدث ہیں۔ بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ملتقی الابحر' تحفة الاخیار علی الدر المختار' شرح تنویر الابصار اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ان کی عظیم الشان تصانیف ہیں۔ شرح منیہ شریف میں فرماتے ہیں

## حدیث جریر سے منع طعام اہل میت سے استدلال غلط ہے۔

کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ہم میت کے ہاں جمع ہو کر کھانا تیار کرانے کو نوحہ کا حصہ سمجھتے تھے۔" اس حدیث سے اہل میت کے ہاں مطلقاً کھانے کو ناجائز ٹھہرانا غلط ہے۔ کیونکہ

انما یدل علی کراھة ذلک عند الموت فقط علی انه قد عارضه مارواه الا مام احمد بسند صحیح و ابو داود عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا الخ فهذا یدل علی اباحة صنع اهل المیت الطعام و الدعوة الیه (غنیۃ المستملی صفحہ ۵۱۲)

یہ حدیث صرف اسبات کی کراہت پر دلالت کرتی ہے کہ میت گھر میں موجود ہو اور ادھر سے کھانے تیار کرائے جا رہے ہوں علاوہ اس کے مقابلہ میں وہ حدیث جسے امام احمد و ابو داود نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جس میں ایک انصاری کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ کے لئے نکلے جس میں اس کی بیوی کی طرف سے کھانے کی دعوت پیش کی گئی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل میت کا کھانا پکانا اور اس کی دعوت کرنا جائز ہے۔

علامہ امام ابراہیم حلبی علیہ الرحمتہ نے دونوں حدیثوں میں کس قدر عمدہ

تطبیق و توفیق فرما دی ہے کہ جب میت گھر پر ہو تو کھانا تیار کرانا نہیں چاہئے ایسی صورت میں یہ کھانا نوحہ کا ہی حصہ ہوگا کہ جیسے نوحہ میں تکلف ہے اسی طرح اس کھانے کے تیار کرنے میں بھی تکلف ہے کیونکہ اہل میت کی ساری توجہ تو میت کی تجہیز و تکفین کی طرف ہے اس حالت میں ان سے کھانا تیار کرانا ان کو نوحہ کی طرح مصنوعی ظاہر داری اور رواداری میں مبتلا کرنا ہے جو مکروہ ہے ہاں میت کے اٹھائے جانے کے بعد ایصال ثواب کے لئے اور ضرورت مندوں کے لئے اہل میت دعوت کریں تو کر سکتے ہیں جیسے اس عورت نے کی جس کا حدیث مشکوۃ میں بیان ہے۔

یہی علامہ ابراہیم "الدر المنتقی فی شرح الملتقی" میں فرماتے ہیں کہ

ولو اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا لو بالغین (الدر المنتقی ج ۱ صفحہ ۱۸۷)

اگر میت کا وارث فقراء و ضرورت مندوں کے لئے کھانا بنائے تو اچھی بات ہے جبکہ وارث سب کے سب بالغ ہوں۔

یعنی میت کا ولی میت کے ایصال ثواب کے لئے فقراء و ضرورتمندوں کو کھانا کھلائے تو اچھی بات ہے جبکہ میت کے ولی بالغ ہوں معلوم ہوا کہ اہل میت کے ہاں کھانے کو مطلقاً ممنوع ٹھہرانا قطعاً" غلط ہے۔

## علامہ امام طحطاوی کا ارشاد گرامی

علامہ شیخ احمد طحطاوی ۱۲۳۱ھ شرح مراقی الفلاح میں بھی یہی فرماتے ہیں کہ حدیث جریر رضی اللہ عنہ صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت گھر میں ہو تو کھانا تیار کرنا مکروہ ہے اس کے بعد نہیں چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہے جسے امام احمد و ابو داود نے روایت کیا جیسا کہ مشکوۃ میں ہے۔

فھذا یدل علی اباحۃ صنع اہل المیت الطعام و الدعوۃ الیہ

پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اہل

المیت الطعام و الدعوة الیه (الطحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۳۹)

میت کا دعوت کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو بلانا جائز ہے۔

یہی علامہ طحطاوی علیہ الرحمتہ شرح درمختار میں فرماتے ہیں

و ان اتخذ المیت طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانو ا بالغین و ان کان فی الورثة صغیر لم یتخذ ذلک من الترکة اھ و یعلم من ذلک حکم السبح و الموالد و الجمع و ما یصنع من نحو خشتنانک فانه لا یفعل حیث کان فی الورثة صغیر و من فعل کان ضامنا (ج ۱ ص ۳۸۲۔۳۸۳)

اور اگر میت کے وارث فقراء کے لئے کھانا پکائیں تو اچھی بات ہے جبکہ وارث بالغ ہوں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تو پھر کھانا ترکہ سے نہ کریں اور یہاں سے تسبیحات پڑھوانا۔ میلاد کرانا اور اجتماعات اور محافل کا حکم معلوم ہو گیا کہ جہاں نابالغ شریک ترکہ ہوں وہاں سے نہ کئے جائیں اور اگر کوئی کرے گا تو خود ہی ضامن ہو گا۔

ثابت ہوا کہ فقہاء کرام نے جہاں منع کیا ہے وہاں اس کے اسباب بھی بتا دیئے ہیں ورنہ مطلقاً ممانعت نہیں ہے جو ممانعت کی صورتیں ہیں ان کا خیال کر کے کہ ان میں سے کوئی صورت نہ ہو اہل میت کھانا پکا سکتے ہیں اور کھلا بھی سکتے ہیں۔

## مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمتہ

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمتہ مرآة شرح مشکوة میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام بالغ وارثوں کی موجودگی و مرضی سے بغیر دکھلاوا و محض ظاہر داری کے اہل میت کا کھانا کی دعوت کرنا جائز ہے اور حدیث (جریر رضی اللہ عنہ) کے خلاف نہیں (مرآة ج ۸ صفحہ ۲۶۳)

## امام ابن نجیم کا فرمان

امام زین الدین ابن نجیم مصری علیہ الرحمتہ صاحب البحرالرائق لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| و ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الخ (البحرالرائق ج ۲ ص ۲۰۷) | ولی میت فقراء کے لئے کھانا تیار کرائے تو اچھی بات ہے۔ |

یعنی میت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکا سکتے ہیں۔

## پہلی رات گزرنے سے پہلے صدقہ و خیرات سنت ہے

علامہ امام یعقوب بن علی المعروف سید علی زادہ م ۹۳۱ھ اپنی کتاب شرح شرعۃ الاسلام میں فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| و السنة ان یتصدق ولی المیت له قبل مضی اللیلة الاولی بشئی مما تیسر له وا ان لم یجد فلیصل رکعتین یقرء فی کل رکعة فاتحة الکتاب و آیة الکرسی مرة و سورة التکاثر عشر مرات فاذا فرغ قال اللهم صلیت هذه الصلوة و انت تعلم ما اردت انا بها اللهم ابعث ثوا بها ای ثواب هذه الصلوة الی قبر فلان المیت فان الله یعطیه ثوابها جزیلا ای عظیما و درجة و شفاعة | اور سنت ہے کہ میت کا ولی وارث پہلی رات گذرنے سے پہلے حسب توفیق صدقہ کرے اور توفیق نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی ایک بار' دس بار سورہ تکاثر پڑھے پس جب فارغ ہو تو یوں دعا کرے اے اللہ میں نے یہ نماز ادا کی اور تو جانتا ہے جو میری مراد ہے اے اللہ تو اس کا ثواب فلاں میت کی قبر کی طرف بھیج پس بے شک اللہ تعالیٰ اسے (میت کو) بڑا ثواب' درجہ اور شفاعت عطا فرمائے گا۔ |

(شرح شرعۃ الاسلام ص ۵۶۸ - ۵۶۹)

اس میں پہلی رات صدقہ دینے کو سنت بتایا گیا ہے اور یہ عام ہے خواہ کھانا پکا کر فقراء کو کھلائے یا کسی اور صورت میں صدقہ کرے۔

## سات دن تک صدقہ

جو تیجہ اور ساتواں پر اعتراض فرماتے ہیں وہ شرح شرعۃ الاسلام کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

ویستحب ان یتصدق عن المیت بعد ای بعد موتہ الی سبعۃ ایام کل یوم بشئی مما تیسر (صفحہ ۵۶۹)

اور مستحب ہے کہ مرنے والے کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے سات دن تک جو روزانہ میسر آئے صدقہ دیا جائے۔

تو یہ طعام کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں صدقہ کی نوعیت کا کوئی ذکر نہیں فرمایا گیا۔ لہٰذا اس میں تیجہ' ساتواں بھی آگیا کہ یہ سب ایصال ثواب کے ہی طریقے ہیں۔

## چنوں پر کلمہ کا ثواب عظیم

ایصال ثواب میں قرآن خوانی اور کلمہ کا ورد' ستر ہزار یا لاکھ تک میت کے لئے مغفرت و بخشش اور خدا تعالیٰ کی عظیم عنایت و مہربانی کا سبب ہے۔ اس تعداد کے پورا کرنے کے لئے چنے پڑھوانا آسان طریقہ ہے۔

بھنے چنے درمیانہ سائز کے ساڑھے بارہ سیر ایک لاکھ تعداد پر مشتمل ہوتے ہیں پس وہی پڑھوائیں اور ان پر فاتحہ دلوا کر ان کو بطور تبرک تقسیم کریں' کھانا پکانا بھی ضروری نہیں ہے اگر کسی کو توفیق ہو تو کرے ورنہ بھنے ہوئے چنوں پر کلمہ شریف پڑھوا کر ان پر فاتحہ دلوا کر تقسیم کر دیا جائے۔

## شیخ اکبر کا عجیب مشاہدہ

اس سلسلہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ م ۶۳۸ھ فرماتے ہیں

انه بلغنی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ان من قال لا اله الا الله سبعین الفا غفرله و من قیل له غفرله ایضا فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجه الاجمالی فحضرت طعاما مع بعض الا صحاب و فیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی اثناء الاکل اظهر البکاء فسالته عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب التهلیلة المذکورة لها فضحک و قال انی اراها الا ن فی حسن الماب

قال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه و صحة کشفه بصحة الحدیث

(المرقاۃ ج ۲ صفحہ ۱۰۲)

مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی کہ جس نے لا الہ الا اللہ (پورا کلمہ) ستر ہزار بار پڑھا وہ بھی بخشا گیا اور جس کے لئے پڑھا گیا وہ بھی بخشا گیا تو میں نے اس تعداد میں کلمہ شریف پڑھا ہوا تھا ویسے ہی خاص کر کسی کے لئے نہیں تو میں کچھ دوستوں کے ہاں کھانے کی ایک دعوت میں حاضر تھا ان میں ایک نوجوان کشف میں مشہور تھا میں نے دیکھا کہ وہ کھانے کے درمیان اچانک رونے لگا میں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ میری ماں عذاب میں گرفتار ہے میں نے فورا دل ہی دل میں ستر ہزار کلمہ کا ثواب اس کی امی کو بخش دیا تو وہ فورا ہنس پڑا اور کہا کہ میری والدہ کی خلاصی ہو گئی ہے اور اب وہ اچھی حالت میں ہے شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی صحت کو اس کے کشف کی صحت سے اور اس کے کشف کی صحت کو حدیث کی صحت سے پہچان لیا۔

مطلب یہ ہے کہ کبھی اولیاء اللہ اپنے کشف سے بھی کسی حدیث کے صحیح ہونے

کو معلوم کر لیتے ہیں اس واقعہ کو بانی دار العلوم دیو بند نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں بھی نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۴/۴۵) مگر اس میں اس واقعہ کو حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمتہ کے ایک مرید کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اور اس میں لفظ ایک لاکھ یا ستر ہزار" ہے لہٰذا احتیاطاً" ایک لاکھ بار پڑھنا یا پڑھوانا چاہئے جس کے لئے ساڑھے بارہ سیر چنے پورے ہوتے ہیں۔

## چنوں پر پڑھنے کا حدیث سے جواز

رہا یہ کہ چنوں پر پڑھنے کا جواز کہاں سے لایا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی ممانعت کہاں سے لائی جائے گی؟ یہ تو الزامی جواب ہے ورنہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ بعض صحابیات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی گٹھلیوں یا کنکریوں پر تسبیحات پڑھتا دیکھ کر ایسا کرنے سے منع نہ فرمایا (ملاحظہ ہو صحیح ترمذی ابواب الدعوات ج ۲ صفحہ ۱۹۴/۱۹۶) اسی سے فقہاء نے تسبیح کے دانوں پر درود و تسبیحات کے پڑھنے کا جواز حاصل کیا ہے۔

اب قل خوانی کے موقع پر اس قدر گٹھلیاں جمع کرنا دشوار ہو جاتا ہے تو ان کی آسانی اسی میں ہے کہ وہ چنوں کا انتظام کر لیا کریں جو ہر جگہ ملتے ہیں پھر وہی کھانے کے کام آ جائیں گے۔ گنتی اور تبرک دونوں کام ایک چیز سے ہی میسر ہو گئے۔

## قبر پر قرآن خوانی

فقہاء نے قبر پر قرآن پڑھوانے کو بھی جائز قرار دیا ہے وہ اس نیت سے پڑھیں کہ اس کا ثواب صاحب قبر کو ملے ملاحظہ ہو عالمگیری و فتح القدیر' خود دیو بندیوں کے ممدوح مولوی محمد اسحاق دہلوی نے مائتہ مسائل میں قرآن پڑھنے والوں سے قبر پر قرآن پڑھوانا جائز لکھا ہے اور فقہ کی جن کتابوں میں منع آیا ہے اس سے قرآن پڑھوانے یا پڑھنے کی ممانعت ہرگز مراد نہیں بلکہ اس سے سب کا مل کر اونچی آواز سے پڑھنے کی

ممانعت ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جب ایک اونچی آواز سے پڑھے تو دوسروں کو خاموشی سے اس کی قراءت سنی چاہئے لہٰذا اگر وہ آہستہ سے پڑھیں تو جائز بلکہ صاحب قبر کے لئے رحمت یہ توجیہہ فتاویٰ قنیہ میں مذکور ہے اشعۃ اللمعات میں بھی ہے کہ "مکروہ قراءت قرآن" بجہرست واما مخافت لاء باس بہ (ج ا صفحہ ۷۶) کہ قبر پر سب کا اونچی اونچی آواز میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے آہستہ مکروہ نہیں۔

## فاتحہ یا قل خوانی کے لئے تیسرے دن کی حکمت

فاتحہ یا قل خوانی کے لئے تیسرے دن کے مقرر کرنے کی شرعی وجہ ہے وہ یہ کہ شریعت نے چونکہ تعزیت کے لئے تین دن حد مقرر فرمائی ہے تو تیسرا دن تعزیت کا آخری دن ہوتا ہے اس لئے سب کو اہل میت سے تعزیت کی شرعی رسم کا اختتام صرف لفظی ہمدردی اور زبانی اظہار افسوس پر اکتفاء کرنے کی بجائے میت کے ساتھ بھی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جانا چاہئے کہ جس قدر ہو سکے قرآن خوانی ہو کلمہ طیبہ لاکھ بار اور جو کچھ مالی صدقہ و خیرات ہو فاتحہ پڑھ کر دعا کرتے ہوئے اس کا ثواب میت کو بخشا جائے اس سے میت کے لئے بھی بھلائی ہے اور اہل میت کے لئے بھی اجر اور غرباء و مستحقین کا بھی فائدہ ہے۔

یہ جو ہم نے کہا کہ تعزیت کے دن ہیں حدیثوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ صحیح مسلم میں باب حد الزناء میں ہے کہ حضرت سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد صحابہ تعزیت کے لئے تین دن تک بیٹھے رہے اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فسلم و جلس فقال استغفروا الماعز بن مالک (ج ۲ صفحہ ۶۸) اور سلام فرمایا اور بیٹھ گئے پھر فرمایا ماعز بن مالک کے لئے دعا کریں۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام فوتگی کے بعد اس کے لئے تعزیت و دعا کرنے کو بیٹھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں شامل ہوتے تھے۔ اس لئے فقہاء نے اہل میت کو

تین روز کے لئے گھروں یا گھر میں جگہ نہ ہو تو مسجدوں میں بیٹھنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ولا باس لا هل المصيبة ان يجلسوا فی البيت او فی المسجد ثلاثه ايام و الناس ياتونهم و يعزونهم

یعنی اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ مصیبت زدہ گھر میں یا مسجد میں تین روز تک بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس آئیں اور ان سے تعزیت کریں یعنی ان کو تسلی و تشفی دیں۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ا صفحہ ۱۶۷ مصری)

اس میں حکمت بھی ہے کہ تیسرا دن مناسب ہے پہلے دن اہل میت مصروف ہوتے ہیں اور دوسرے دن عزیز و اقارب کی آمد و رفت اور تھکاوٹ ہوتی ہے اور تیسرا فرصت کا محسوس ہوتا ہے لہٰذا شریعت نے اسی دن کو تعزیت کا آخری دن مقرر کیا ہاں دور دراز والے غیر موجود لوگ بعد میں بھی آ کر اظہار افسوس کر سکتے ہیں مگر قرب و جوار والوں کے لئے تین دن کی حد ہے۔

## تعزیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

تعزیت میں اظہار افسوس کے ساتھ میت کے لئے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ و دعا بھی ہوتی ہے اس لئے ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ہے

چنانچہ صحیح بخاری میں کتاب المغازی غزوہ اوطاس کے باب میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن قیس یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی اور ان کی طرف سے سلام پھر دعا کی التجاء پہنچائی تو حدیث کے الفاظ ہیں۔

فدعا بماء فتوضاء ثم رفع يديه تو آپ نے پانی منگوایا پھر وضو فرمایا پھر

فقال اللھم اغفر لعبید ابی عامر و رایت بیاض ابطیه ثم قال اللھم اجعله یوم القیامة فوق کثیر من خلقک من الناس فقلت و لی فاستغفر فقال اللھم اغفر لعبدالله بن قیس ذنبه و ادخله یوم القیامة مدخلا کریما قال ابو بردہ احدھما لا بی عامر والا خری لابی موسیٰ

(صحیح البخاری ج ۲ صفحہ ۶۱۹)

دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی اے اللہ اپنے بندے ابو عامر کو بخش اور میں نے آپ کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر فرمایا اے اللہ! قیامت کے دن اسے اپنی بہت سی مخلوق پر برتری عطا فرما میں نے عرض کی یارسول اللہ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ فرمایا اے اللہ عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش اور اس کو قیامت کے دن اچھی جگہ (جنت) عطا فرما۔ ابو بردہ نے کہا ان دو میں سے ایک دعا ابو عامر کے لئے اور دوسری ابو موسیٰ اشعری کے لئے تھی۔

## امام ابن حجر عسقلانی

اس حدیث شریف کی شرح میں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ ۸۵۶ھ فتح الباری شریف میں فرماتے ہیں

یستفاد منه استحباب التطھیر لارادة الدعاء و رفع الیدین فی الدعاء

(فتح الباری ج ۸ صفحہ ۳۵)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ دعا مسنون وضو کے ساتھ مستحب ہے اور دوسرا یہ کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون و مستحب ہے

لہٰذا فاتحہ خوانی اور دیگر عام دعاؤں میں اہلسنت کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہوا۔

## شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب

غزوۂ اوطاس والی حدیث کے تحت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اس روایت سے اور صحیح کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام فوت ہونے والے کے بعد اس کے لئے دعا کرنے بیٹھتے تھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کام ایک بار کریں وہ امت کے لئے مسنون ہوتا ہے۔ لہٰذا فاتحہ خوانی کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت کہنا بہت بڑی جسارت ہے۔ حالانکہ یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ ابن ماجہ میں "باب من لا یرفع یدیہ فی القنوت" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ہاتھ اٹھا اور ہتھیلیاں اپنے منہ کی طرف کر" علاوہ ازیں ایصال ثواب میں تو اختلاف نہیں اگر فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دعا کریں اور میت کو ثواب ایصال کریں تو اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔ ابو داود کے ابواب الوصایا میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میت مسلمان ہو اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرو یا خیرات کرو یا حج کرو اس کا ثواب اس کو پہنچ جاتا ہے۔ ترمذی شریف میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہو گئی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہو گا فرمایا ہاں نفع ہو گا! اس نے کہا میرا ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کیا"

(ترمذی صفحہ ۸۵ ج۱) ابو داود میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا تم میں سے کون ہے جو مسجد عشا میں میرے لئے دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھے۔ پھر کہے یہ ابوہریرہ کے لئے ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نفلی عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ صحیح بخاری میں "باب الجرید علی القبر" میں ہے کہ بریدہ اسلمی نے وفات سے پہلے وصیت کی کہ اس کی قبر پر دو تر شاخیں رکھ دی جائیں کیونکہ ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کے ذکر سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعله یخفف عنهما الی ان ییبسا یقیناً خشک ہونے تک ان دونوں انسانوں سے عذاب میں تخفیف ہوگی" اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا کہ جب درخت کی تر شاخ کے تسبیح کرنے سے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے بطریق اولیٰ تخفیف ہوگی! واللہ و رسول اعلم!"

(تفہیم الباری شرح صحیح البخاری ج ٦ صفحہ ٣١٧/٣١٨/٣١٩)

## حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا فیصلہ

آخر میں مروجہ فاتحہ کے بارہ میں علماء دیوبند کے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمتہ کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں

## مسئلہ فاتحہ مروجہ کا

اس میں وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولود میں مذکور ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہت بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشارٌ الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے

ع چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا دعا کے لئے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی

اٹھائیں گے کسی نے خیال کیا کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی رہا تعیین تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمولی ہو اس وقت وہ یاد آ جاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمتہ کا یہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں خود علماء دیو بند چھاپتے ہیں اور بعض مقامات پر انہوں نے اس میں رد و بدل بھی کیا ہے تاہم فاتحہ مروجہ کے بارے میں جو عبارت موجود ہے اس میں حاجی صاحب نے پوری وضاحت فرما دی ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ جمع بین العبادتین ہے یعنی کلام اللہ فاتحہ وغیرہ اور کھانا و مالی صدقات لہٰذا معترض کا اس مروجہ فاتحہ پر اعتراض کرنا خود اپنے بزرگ کی تعلیم سے بھی انکار و انحراف ہے۔

## تھانوی صاحب کا فتویٰ

خود تھانوی صاحب کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

## سوال

"کوئی غریب آدمی کہ اپنے مردہ کی فاتحہ کا کھانا اپنے ہی چھوٹے بچہ کو کھلا کر ایصال ثواب کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

## جواب

اس بچہ کا نان و نفقہ اس کے ذمہ فرض و واجب نہیں تب تو اس کو کھلا کر کسی کو

ثواب بخش دینا جائز ہے اس سے ثابت ہوا کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور اس کا ثواب کسی کو ہدیہ کرنا جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ جناب تھانوی صاحب ج ۱ صفحہ ۵۱۸)

## مسجدوں میں گھڑے یا مٹکے کی اصلیت

جیسا کہ حاجی صاحب نے کہا کہ پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے اس لئے حضرت سعد نے اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے کنواں کھدوایا' لوگ اس مناسبت سے کہ نمازی اور مسافر پانی پئیں گے ایصال ثواب کی نیت سے مسجدوں میں اور چوکوں پر مٹکے پانی سے بھر کر رکھ دیتے ہیں۔

## حضرت مجدد الف ثانی کا فرمان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ ۱۰۳۴ھ جلد دوم کے مکتوب نمبر ۱۴ میں خواجہ محمد صادق اور ان کی ہمشیرہ بی بی ام کلثوم علیہما الرحمتہ کے انتقال کی خبر سن کر ان کے وارثوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ

بیاران و دوستاں فرمایند کہ ھفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ بمشیرہ او ام کلثوم بخوانند و ثواب ھفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند و ھفتاد ہزار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستاں ودعا فاتحہ مسؤل است (مکتوبات ج ۲ صفحہ ۴۱ مکتوب ۱۴)

یاروں اور دوستوں کو گذارش کریں کہ ستر ہزار بار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خواجہ محمد صادق کی روح کے لئے اور ان کی ہمشیرہ مرحومہ ام کلثوم کی روح کے لئے پڑھیں اور ہر ایک کی روح کو الگ الگ ستر ہزار کا ثواب بخشیں اور دوستوں سے کہیں دعا کریں اور فاتحہ پڑھ کر ان کو بخشیں۔

ظاہر ہے کہ یہ دعا اور فاتحہ خوانی اور ستر ستر ہزار کلمہ ہر ایک مرحوم کی روح کو پہنچانے کے لئے اکٹھے ہونا پڑا ہوگا اور اس کے لئے تعیین یوم بھی ضروری ہوگی۔ لہٰذا تعین یوم و وقت

کلمہ ستر ہزار پڑھنا و فاتحہ خوانی و دعا کرنا یہ سب مروجہ فاتحہ ہی کی صورت ہے جس کا معترض انکار کرتا ہے لہٰذا اس کا انکار بزرگان دین کے عمل محبوب کا انکار ہے جو گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

## حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

ازینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتناء تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشاں

(ہمعات صفحہ ۵۸)

انہی روحانی برکات کے حصول کے سبب سے بزرگوں کے عرس کرنا اور ہمیشہ ان کے مزارات کی حاضری اور ان کے ایصال ثواب کے لئے ہمیشہ فاتحہ پڑھنا اور صدقہ دینا اور ان کے تبرکات، اولاد اور ان سے تعلق رکھنے والوں کی تعظیم و تکریم کی طرف پوری توجہ دینا۔

حضرت شاہ صاحب کے اس فرمان سے وفات یافتہ حضرات کے ایصال ثواب کے لئے ہمیشہ فاتحہ پڑھنا اور صدقہ کرنا ثابت ہوا اور فاتحہ مروجہ میں بھی یہی چیز ہے۔ نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ چاروں سلسلوں کے ختموں کے طریقوں کا بیان کرتے ہوئے موصوف الانتباہ میں ختم خواجگان چشت کے سلسلے میں لکھتے ہیں "و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند" (ترجمہ) اور ہمیشہ کچھ مٹھائی پر بزرگان چشت کے نام کی فاتحہ دیکر اللہ سے اپنی حاجت مانگا کریں۔ یہاں سے فاتحہ مروجہ کا ثبوت بھی ملا اور بزرگوں سے توسل کرنے کا بھی فائدہ حاصل ہوا۔

## علماء دیو بند کی رسم قل

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ راقم معترض کے جوابات مرتب کر رہا تھا کہ اس دوران راقم کے

مرید، خلیفہ پر خلوص حضرت مولانا ابو الوقار محمد یار قادری اطال اللہ عمرہ نے روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۹۵-۳-۲۵ کی ایک اہم خبر کی کٹنگ کاذکر کیا اور اسے اپنے ایک مرید صادق جناب منور حسین مغل قادری کے ہاتھ بھیجا جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے اور جناب معترض صاحب اس سے سبق حاصل کریں اور توفیق خداوندی نصیب ہو تو اپنے خیال باطل سے توبہ کر لیں۔

## مولانا عبد الرشید محمود گنگوھی انتقال کر گئے

"لاہور (اپ پ) معروف مذہبی مفکر مولانا رشید احمد گنگوہی (دیوبند) کے صاجزادے مولانا حکیم عبد الرشید محمود بھارت میں انتقال کر گئے۔ مولانا عبد الرشید بھی دار العلوم دیو بند (بھارت) کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر تھے۔ مولانا عبد الرشید کی رسم قل آج ان کے بیٹے رشید مسعود کی رہائش گاہ واقع ۷ احید ر روڈ اسلام پورہ لاہور میں بعد نماز عصر ادا کی جائے گی۔

اس میں قل خوانی کے ساتھ رسم قل اور لفظ "آج" سے تعیین یوم اور قل کو بطور رسم (ایک طریقہ) کے اختیار کرنا دونوں باتیں معترض کے اکابر کے عمل سے ثابت ہو گئیں۔

یہ عالم دیو بند مولانا گنگوہی وہ شخصیت ہیں جنہیں علماء دیو بند امام ربانی لکھتے ہیں اور اہلسنت جیسے سید نا غوث رضی اللہ عنہ کا درجہ مانتے ہیں علماء دیو بند ان کو تقریباً وہی مقام دیتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں سب سے زیادہ انہوں نے تنقیصیں کیں اور کرائیں۔ (معاذ اللہ یہ ان کے صاجزادہ کی رسم قل خوانی تھی جو ان گنگوہی صاحب کے پوتے کے گھر لاہور میں ادا کی گئی۔

## مولانا رومی کی نیاز

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات شریفہ جنہیں معترض کے حکیم الامتہ جناب تھانوی صاحب نے ترتیب دیا کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"جب مثنوی شریف ختم ہو گئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور

ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجزو بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسروں کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز و شرک ہے دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کیا جائے ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرتؐ کے کوئی شخص تعظیماً" قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اس سردار عالم و عالمیاں (روحی فداء) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ ایک شخص نے اجمیر شریف کہا دوسرے نے کہا۔ اجمیر اجمیر ہے شریف کیونکر ہو گیا اس نے جواب دیا کہ تمہارا مزاج تو شریف کہا جاوے اس پر خوش ہوتے ہو اور منع نہیں کرتے ہو اور اجمیر کی شرافت کہ مقبولان الٰہی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ (شرافت) اس کا ایسا انکار جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولان الٰہی سے کہتے ہیں کہ نم کنومة العروس۔ عرس کہ رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس دن میں عرس کرے تو کونسا گناہ لازم ہوا۔

(شمائم امدادیہ حصہ دوم صفحہ ۶۸)

حاجی صاحب علیہ الرحمتہ کے اس ارشاد گرامی سے کئی ایک مسئلے حل ہو گئے۔

۱۔ ایک یہ کہ بزرگوں کی نیاز برحق ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ کھانے پینے کی چیزیں سامنے رکھ کر ان پر کچھ کلام الٰہی سورۃ اخلاص وغیرہ پڑھنا اور اسے بطور تبرک تقسیم کرنا جائز و مستحسن ہے اور مروجہ فاتحہ میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ نذر و نیاز کے دو معنی ہیں ایک اللہ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا بندوں کے لئے اور عوام مسلمان یہی دوسرا مراد لیتے ہیں جیسے حاجی صاحب نے فرمایا۔

۴۔ چوتھا کہ یہ قیام میلاد شریف بھی جائز ہے۔

۵۔ پانچواں یہ کہ بزرگوں کی سکونت کی نسبت سے کسی بستی یا گاؤں کے ساتھ لفظ شریف لگانا جائز ہے۔ جیسے بغداد شریف۔ اجمیر شریف۔ لاہور شریف

۶۔ چھٹا یہ کہ بزرگوں کے عرس یا دن مقرر کرنا اور اس دن عرس کرنا جائز ہے اس میں بھی تلاوت قرآن و فاتحہ خوانی اور تقسیم لنگر ہی ہوتا ہے اس سے ہی مروجہ فاتحہ کا جواز ثابت ہوا۔

## مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ کا فرمان

افسوس کہ علماء دیوبند اپنے تعصب میں حدود کو بھی پھلانگ جاتے ہیں اور راہ اعتدال سے بھی کنارہ کشی فرما جاتے ہیں اس سلسلے میں مفتی رشید احمد صاحب نے اپنے امام دیوبند کے استاذ محدث دہلوی کا فرمان بھی نظر انداز کر دیا۔

ملاحظہ ہو مولینا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمتہ ۱۲۹۵ھ استاذ امام دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی انجاح الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| و اما صفة الطعام من اهل الميت اذا كان للفقراء فلاباس به لان النبى صلى الله عليه وسلم قبل دعوة المراة | کہ اہل میت کا فقراء کے لئے کھانا بنانا جائز ہے کیونکہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا تھا اس کی دعوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم |

التی مات زوجها۔ نے قبول کی تھی

(انجاح الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶)

اس کی پوری تشریح ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ فقراء تو صحابہ میں سے تھے اور غیر فقراء جو شریک تدفین ہوں اگرچہ غنی ہوں اگر ان کو بھی مدعو کیا جائے کہ وہ تدفین میں شریک تھے تو حرج نہیں اس کے علاوہ تیجہ وغیرہ کے موقع پر فقراء کو اور مستحقین کو ہی بلایا جائے اور اپنے عزیز و اقارب یا دوست و احباب جو محفل فاتحہ و ایصال ثواب میں شریک ہوں گے ان کے لئے کھانا بطور ہدیہ و تبرک ہوگا جبکہ فقراء کے لئے بطور صدقہ۔

## کیا ضرورت مند غنی کو کھلانے کا ثواب ہے

اب یہاں یہ مسئلہ بھی بیان کرنا ضروری ہے تاکہ ہر صورت مسئلہ پوری طرح واضح ہو کہ اگر اہل میت نے فقراء کے لئے طلباء و دیگر مستحقین کے لئے کھانا پکایا مگر وہاں ان کے اپنے عزیز و اقارب اور حاضرین ایسے ہیں کہ وہ بھی غرباء و مستحقین کے زمرے میں آتے ہیں تو وہ بھی فقراء میں شامل ہو گئے لیکن اگر ان میں کوئی مستحق نہیں ہے مگر کھانے میں شامل ہو جائے تو کیا اس کا ثواب ہوگا یا نہ اس کا جواب تو ابو داود کے حوالہ سے مذکورہ حدیث مشکوۃ کی تشریح میں آچکا ہے کہ میت کی عورت نے کھانے کی دعوت کی اس میں فقراء صحابہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے جو صدقہ تناول نہیں فرماتے تھے مگر آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ غیر مستحق بھی شامل دعوت ہوئے جبکہ وہ دعوت نفلی ہو واجب نہ ہو تو وہ مستحق کے لئے صدقہ ہوگی اور غیر کے لئے ہدیہ اور یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اغنیاء کے لئے اسے بھی صدقہ نفلیہ تصور کیا جائے گا کیونکہ صدقہ نفلیہ فقراء کے علاوہ غنی کو بھی دے سکتے ہیں اس پر بھی ثواب ملے گا مگر فقراء کی نسبت کم۔

## مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا فیصلہ

اس سلسلے میں مولانا عبدالسمیع صاحب علیہ الرحمتہ نے انوار ساطعہ میں لکھا ہے۔

یہ مسئلہ ایک بار مولانا احمد علی محدث سہانپوری مرحوم کے سامنے پیش کیا گیا کہ مولانا اسحٰق مرحوم کے مائتہ مسائل سوال پنجاہ و کیم میں ہے:

طعامیکہ بہ نیت تصدق بر فقراء از اموات پزند تا ثواب آں بایشاں رسد جز فقیر را نبود چہ تصدق بر فقراء می باشد و ہدیہ مر اغنیاء را۔

طعام جو فقراء پر صدقہ کی نیت سے اور مردوں کے ایصال ثواب کی نیت سے تیار کیا جاتا ہے وہ فقراء کے بغیر کسی کو نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ فقراء کے لئے اور ہدیہ امراء کے لئے ہوتا ہے۔

اور اس وقت مولانا موصوف الصدر کیمپ میرٹھ کوٹھی شیخ الٰہی بخش خاں بہادر مرحوم میں کھانا گیارھویں کا تناول فرما رہے تھے موقع وقت بھی یہی تھا کہ جناب مولانا بفضل حق سبحانہ' بہت خوشحال و متمول و صاحب تجارت تھے اور وہ کھانا ایصال ثواب روح پر فتوح حضرت غوث الثقلین قدس سرہ' کے لئے تھا ارشاد فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اغنیاء کے کھانے میں اس درجہ کا ثواب نہیں پہنچتا جس طرح فقراء کے کھانے کا پہنچتا ہے اور یہ نہیں کہ اغنیاء کے کھانے کا بالکل ثواب نہ پہنچے اس لئے کہ اطعام الطعام اگرچہ اغنیاء ہی کو ہو منکرات سے نہیں بلکہ معروفات شرعیہ سے ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے:- کل معروف صدقة۔ یعنی ہر معروف کام کرنے میں شرعاً" صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (انوار ساطعہ ۲۳۲-۲۳۳)

یعنی ہر اچھے کام کا ثواب ملتا ہے اور کھانا کھلانا خواہ غریب کو خواہ غنی کو اچھا کام ہے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے مگر غریب کے کھلانے سے زیادہ ملتا ہے کہ وہ محتاج ہے اور محتاج کی حاجت کا رفع کرنا زیادہ ثواب ہے غیر محتاج کی نسبت۔

چنانچہ فتاویٰ جامع الرموز المعروف فتاویٰ قہستانیہ مصرف زکوۃ کے سلسلے میں لکھتے ہیں

وسوق الکلام مشیر الی جواز صرف صدقة التطوع الی الغنی کما فی المضمرات (ج ۲ صفحہ ۳۲۸)

اور سوق کلام اسبات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ صدقہ (نفلی) غنی کو دینا جائز ہے۔

علامہ امام ملا محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمتہ م ۹۸۶ھ مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں

الصدقة ما تصدقت به على الفقراء اى غالب انواعها كذلك فانها على الغنى ايضا جائزة عندنا يثاب به بلا خلاف (بحث الصدقة ج ۲ صفحہ ۲۳۸)

صدقہ وہ ہے جس کے اکثر انواع فقراء پر صرف ہوتے ہیں کیونکہ صدقہ (غیر واجبہ) غنی کو بھی دے سکتے ہیں اس میں بھی ثواب ہوگا

اس میں ہمارے علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ فقراء کے ساتھ اغنیاء بھی کھالیں تب بھی میت کو ثواب ملے گا اگرچہ فقراء کے کھلانے کا ثواب زیادہ ہے۔

معترض کے بزرگوں نے جو درج ذیل نئے عقیدے اختیار کئے کیا وہ ان کی وجہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کہلا سکتے ہیں۔ اور کیا اس صورت میں ان کی بات حجت یا دلیل کی حیثیت رکھتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

## معترض کے بزرگوں کے نئے عقائد

جن نئے عقائد کی وجہ سے معترض کے بزرگ یا اکابر حضرات اہل سنت وجماعت (جب سنت اور جماعت کو "ال" کے بغیر لکھا جائے تو تائے مطول سے لکھا جائے گا) سے نکل گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ) (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۴۱-۴۰، ۸۴-۹۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ تمام برے کام کر سکتا ہے (معاذ اللہ) (جہد المقل وبراہین قاطعہ ص ۲۷۹)

۳۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ سے جھوٹ سرزد ہو گیا۔ ایسے شخص کو برا نہ کہا جائے اور نہ ہی ایسے شخص کو اہل سنت سے خارج خیال کیا جائے۔ (بحوالہ امطار الحق ص ۳۰)

## قرآن کے بارے میں

۴۔ قرآن کریم کا کفار کو عاجز کرنا کوئی فصاحت وبلاغت سے نہ تھا کیونکہ قرآن خاص واسطے کفار فصحاء وبلغاء کے نہیں آیا تھا اور یہ کمال بھی نہیں ہے (بلغۃ الحیران ص ۱۲۰)

اس میں قرآن کی فصاحت وبلاغت سے اور اس کے کمال ہونے سے انکار کیا گیا ہے حالانکہ پوری امت اس پر متفق چلی آ رہی ہے کہ قرآن اللہ کا فصیح کلام ہے اور اس کی فصاحت وبلاغت کمال ہے۔

۵- "نبی کا ہر قسم کے جھوٹ سے معصوم ہونا ضروری نہیں۔" (صفیتہ العقائد ص ۲۵)

۶- بالعموم جھوٹ کو شان نبوت کے خلاف سمجھنا کہ یہ معصیت (گناہ) ہے اور انبیاء علیہم السلام غلطی سے خالی نہیں۔ (صفیتہ العقائد ص ۲۸)

۷- فرشتوں اور رسولوں کو "طاغوت" کہنا جائز ہے" (معاذ اللہ) (بلغتہ الحیران ص ۴۳)۔ حالانکہ طاغوت شیطان کو کہتے ہیں اور بتوں اور ہر اس گمراہ کو جو لوگوں کو اپنی یا غیر اللہ کی عبادت کا حکم دے یا باطل و ناحق راستہ دکھائے۔ (لسان العرب)

۸- "حضرت عزرائیل علیہ السلام اور شیطان ملعونکا علم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے (معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۵۵-۵۶)

۹- مدرسہ (دیوبند) کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اس کے علماء سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اردو زبان سیکھی (معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۳۰)

۱۰- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۵۵)

۱۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد بیان کرنا اگرچہ صحیح حدیثوں سے ہو ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۶)

۱۲- ہر سال محفل میلاد کرنا ایسے ہے جیسے ہندو بت پرست کا اپنے اوتار کرشن کنہیا کا جنم دن منانا ہے (معاذ اللہ) (براہین قاطعہ ص ۵۶)

۱۳- نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانا بیل اور گدھے کے خیال میں غرق ہونے سے کئی درجہ برا ہے (صراط مستقیم ص ۳۶)

۱۴- نماز میں "التحیات" پڑھتے "السلام علیک ایھا النبی" اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لائیں گے تو نماز ٹوٹ جائے گی (معاذ اللہ) (بلغتہ الحیران ص ۳۳۷)

۱۵- قرآن مجید میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا کہ حضور آخری نبی ہیں اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے یہ سمجھنا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضور زمانہ کے لحاظ سے آخری نبی ہیں درست نہیں۔ ص ۳"

۱۶- اس کے بعد کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو حضور کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (معاذ اللہ) (تحذیر الناس ص ۲۵)

۱۷- نبی اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات امتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ (معاذ اللہ (تحذیر الناس ص ۵)

۱۸- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ چھ خاتم النبیین (آخری نبی) اور بھی ہیں (معاذ اللہ) تحذیر الناس ص ۳۱)

۱۹- ان کے حکیم الامت نے اپنے اس مرید کو جو بیداری میں "اللھم صلی علی نبینا اشرف علی" کے لفظ سے ان کو نبی کہتا اور ان پر درود بھیجتا رہا تجدید ایمان کا حکم دینے کی بجائے تسلی دی کہ میرے بارے میں تمہاری زبان پر درود اس لئے آتا رہا کہ میں (تھانوی) متبع السنہ ہوں (الامداد تھانوی صاحب ص ۳۵)

۲۰- اگر اللہ چاہے تو جبریل اور محمد کے برابر کروڑوں پیدا کر ڈالے۔ (معاذ اللہ) تقویۃ الایمان

۲۱- جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (معاذ اللہ ص ۳۴)

۲۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ایک عام بشر کی سی کی جائے بلکہ اس سے بھی کچھ گھٹا کر (معاذ اللہ تقویۃ الاعمال ص ۵۳)

۲۳- انبیاء علیھم السلام اپنی امت کے لئے ایسے ہی سردار ہیں جیسے ایک گاؤں کا چوہدری (معاذ اللہ فتاویٰ رشید ص ۴۲-۴۳)

۲۴- تقویۃ الایمان ایسی گستاخیوں سے پر کتاب کو ہر مسلمان کے گھر میں ہونا

ضروری ہے (معاذ اللہ)

۲۵- جو شخص یہ عقیدہ کر کے "یارسول اللہ" کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے اس کی پکار سنتے ہیں وہ مشرک و کافر ہے (معاذ اللہ) (بلغتہ الحیران ص ۲)

جبکہ اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فریاد غیب (دور) سے سنتے ہیں- امام اہلسنت فرماتے ہیں

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

معترض کے بزرگوں کے اس نئے عقیدے سے تمام اہلسنت مشرک و کافر ہو گئے اور جو اہلسنت و جماعت کو مشرک و کافر کہتا ہے وہ حسب فرمان مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم "من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احد ھما" وہ خود ہی کافر ہو جاتا ہے- لہٰذا معترض اور اس کے بزرگوں کا انجام اس حدیث کی روشنی میں واضح ہو گیا-

۲۶- ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار (چوہڑہ) سے زیادہ ذلیل ہیں (معاذ اللہ) (تقویۃ الایمان ص ۱۲) اس سے انبیاء و اولیاء کی توہین کا واضح پہلو نکلتا ہے-

## کوئی جھگڑا نہیں

معترض کے بزرگوں کے یہ مذکورہ بالا عقائد ہیں ابھی ان کے کئی ایک نئے عقائد ہم نے بخوف طوالت چھوڑ دیے ہیں یہ کوئی دنیاوی جھگڑا نہیں ہے بلکہ یہ خالص دینی و ایمانی مسئلہ ہے- معترض کے ان بزرگوں سے ہماری دشمنی نہیں اور نہ ہی عداوت ہے مگر انہوں نے مذکورہ بالا نئے عقائد اختیار کر کے اپنا راستہ اہلسنت سے الگ کر لیا- اس لئے ہم اہلسنت یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جن کے یہ عقائد ہیں یا جو ان کے ان عقیدوں سے باخبر ہو کر ان کو اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں وہ اہلسنت نہیں ہیں بلکہ ان کا ایمان

بھی ثابت ہونا مشکل ہے ان کے پیچھے اہلسنت کی نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی اہل سنت انہیں زکوۃ یا چندہ دیں کیونکہ غلط عقائد والوں کو زکوۃ یا عطیات و صدقات وغیرہ دینا اپنا مال ضائع کرنا ہے اور مال ضائع کرنا گناہ ہے۔ اس سلسلے میں مزید وضاحت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا علیہ الرحمتہ کی کتابیں خصوصا تمہید ایمان' حسام الحرمین' مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمتہ کی الصوارم الھندیہ' استاذ نا و شیخنا العلامہ المحدث احمد سعید الکاظمی علیہ الرحمتہ کی "الحق المبین" میں ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ جو واقعی علماء اہلسنت ہیں وہ جائز یا نیک کاموں کے لئے ایام کی تعیین سے کبھی منع نہیں کرتے اور نہ کیا بلکہ ایام کی تعیین کی اجازت خود قرآن و حدیث ائمہ دین متین سے ثابت ہے۔

## میت کو دفن کرتے وقت درج ذیل دعا پڑھتے ہیں۔

بسم اللہ و فی سبیل اللہ و علی ملة رسول اللہ اللھم اجرہ (عورت یا لڑکی ہو تو ہ کی جگہ ہر جگہ "ھا" کہنا ہے) من عذاب القبر و من عذاب النار و من شر الشیطان الرجیم۔ اللھم عبدک (عورت ہو تو عبدک کی جگہ امتک کہیں) نزل (عورت کے لیے نزلت) بک و انت خیر منزول بہ خلف (عورت کے لیے خلفت) الدنیا خلف ظھرہ (ھا) فا بھل ماقدم (عورت کے لیے قدمت) علیہ خیرا مما خلف (عورت کے لیے خلفت) اللھم ثبت عند المسئلة منطقہ (عورت کے لیے منطقھا) ولا تبتلہ (عورت کے لیے ولا تبتلھا) فی قبرہ (ھا) بمالا طاقة لہ (لھا) بہ

یااللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر اے اللہ اس کو قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب اور شیطان مردود کے شر سے پناہ دے۔

اے اللہ تیرا بندہ (بندی) تیرے پاس حاضر ہو گیا (ہو گئی) اور تو ان سب سے بہتر ہے جن کے پاس حاضر ہوا جاتا ہے۔ اس نے دنیا کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور جس جہان کی طرف آیا (آئی) اسے اس کے لیے اس سے بہتر بنا جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑا۔

اے اللہ اس کے بول کو منکر نکیر کے سوال کے وقت ایمان پر ثابت رکھنا اور اسے قبر میں سے ایسی آزمائش میں نہ ڈالنا جس کی اسے طاقت نہ ہو۔

## دفن کرنے کے بعد

سورۂ فاتحہ پڑھیں اور سورۂ البقرہ تا مفلحون اور سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پھر یہ دعا پڑھیں۔

اللھم جاف الارض عن جنبیہ (عورت کے لیے جنبیھا) وافتح ابواب

السماء لروحه (عورت کے لیے وصعد روحه (عورت کے لیے روحها) الی اعلی علیین وابدله (عورت کے لیے ابدلها) دارا خیرا من داره (ها) و اجره (ها) واعذه (ها) من الشیطان الرجیم ومن عذاب القبر و قله (ها) منک رضوانا اللهم افسح له (لها) فی قبره (ها) و نور له (لها) فیه و بارک فی هذا القبر و فی داخله والحقه (ها) بنبیه (ها) صلی الله علیه وسلم اللهم هذا عبدک (هذه امتک عورت کے لیے) وانت اعلم به (ها) منا ولا نعلم منه (ها) الاخیرا و قد اجلسته (ها) لتساله (ها) اللهم فثبته (ها) بالقول الثابت فی الاخرة کما ثبته (ها) فی الدنیا اللهم لرحمه (ها) والحصه (ها) بنبیه (ها) سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم ولا تضلنا بعده (ها) ولا تحرمنا اجره (ها)

اے اللہ اس کے دونوں پہلوؤں سے زمین کو دور رکھنا اور اس کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دے اور اس کی روح کو آسمان کے اوپر اعلیٰ علیین کی طرف بلند فرما اور اسے اس دنیا کے گھر کے بدلے آخرت کا بہتر گھر عطا فرما اور اسے شیطان مردود سے اور قبر کے عذاب سے پناہ دے۔ اور اسے اپنی رضا اور خوشنودی عطا کر اے اللہ اس کی قبر کو اس کے لیے وسیع فرما اور اس کے لیے اس میں نور فرما اور اس قبر میں اور اس کے اندر برکتیں فرما اور اسے اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے۔ اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے (عورت کے لیے بندی ہے) اور تو اسے ہم سے بہتر جانتا ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہیں اگر کسی کو اس کی کوئی برائی معلوم ہو تو حسن ظن کرے کہ اس بندے یا بندی نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہوگی اور توبہ انسان کو پاک کر دیتی ہے۔ اور اگر اس کی کوئی بھلائی معلوم نہ ہو تو اسلام تو ہے اور یہ سب سے بڑی بھلائی ہے اور اب تو نے اسے اٹھا کر بٹھاتا ہے تاکہ اس سے سوال کرے اے اللہ تو اسے کلمہ توحید و کلمہ شہادت پر

قائم رکھ جیسے تو نے اسے دنیا میں اس پر قائم رکھا اے اللہ اس پر رحم فرما اور اسے اس کے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے اور ہمیں اس کے بعد گمراہی میں نہ ڈالنا اور نہ ہی ہمیں اس کے اجر و ثواب سے محروم فرمانا۔

## ہمارے شیخ الشیخ سیدنا و مرشدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ کے فتاویٰ رضویہ سے

آپ فرماتے ہیں کہ میں گزارش کرتا ہوں کہ ان درج ذیل دعاؤں کو حفظ کر لیں اور معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اہلسنّت کے جنازوں پر پڑھا کریں جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لیکر ان پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھائے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں ان کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر احمد رضا قادری سید زائر قادری سے عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں۔ اور یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع و خشوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں۔ وحسبنا اللہ و نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

### ادعیہ بعد تکبیر سوم

(۱) اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام و من توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اللھم لاتحرمنا اجرہ (ہ) و لا تفتنا بعد(ہ) (رواہ مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجتہ و ابوبکر بن شیبتہ عن اوس بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللھم اغفر (لہ) و ارحمہ) و عافہ) واعف عنہ) واکرمہ نزلہ) و وسع مدخلہ) واغسلہ) بالماء والثلج و البرد و نقہ) من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس و ابدلہ) دارا خیرا من

دار(ہ) و اھلا خیرا من اھلہ) (وزوجا خیرا من زوجہ و ادخلہ الجنۃ و اعذہ) من عذاب القبر و من فتنۃ القبر و عذاب النار (رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ یعنی یہ الفاظ عورت کے جنازہ پر نہ پڑھے جائیں۔ ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اللھم عبدک وابن امتک یشھد ان لا الٰہ الا انت وحدک لاشریک لک و یشھد ان محمدا عبدک و رسولک اصبح فقیرا الی رحمتک و اصبحت غنیا عن عذابہ) تخلے من الدنیا واھلھا ان (کان) زاکیا) فزکہ وان کان مخطئا) فاغفر لہ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تضلنا بعدہ (۴) اللھم ھذا عبدک ابن امتک ماض فیہ حکمک خلقتہ ولم (یک) شیئا مذکورانن (ل) بک وانت خیرا منزول بہٖ اللھم لقتہ حجت والحقہ نبیہ محمد صلی اللہ تعلاٰی علیہ وسلم و تتبہ بالقول الثابت فانہ (افتقر) الیک و استغنیت عنہ کان (یشھد) ان لا الہ الا اللغہ فاغفرلہ وارحمہ ولا تحرمنا اجر ہ) ولا تقینا بعد (ہ) اللھم ان کان (زاکیا) فزکہ وان کان خطاء) فاغفرلہ) (۵) اللھم (عبدک) وابن) امتک اختاج الی رحمتک و انت غنی عن عذابہ) ان کان محسنا فزد فی احسانہ وان کان مسیئا) فتجاوز عنہ (۶) اللھم (عبدک) وا بن عبدک کا ن یشھد ان لاہ الا الا اللہ وان محمد اعبدک و رسولک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانت اعلم بہ) منا ان کان محسنا) فزد فی احسانہ) وان کان مسیئا فاغفرلہ والا تحرمنا اجر ہ) ولا تفتنا بعد(ہ) (۷) اصبح عبدک ھذا قد نخلی عن الدنیا و تن (کھا) لا ھلھا وافتقر) الیک و استغنیت عنہ وقد کان شھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدک و رسولک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم اغفرلہ و تجاوز عنہ والحقہ بنبیہ صلے اللہ علیہ وسلم (۸) اللھم انت ربھا وانت خلقتھا وانت دھیتھا للاسلام وانت قبضت روحھا وانت اعلم

بسرھا وعلنیتھا جئنا شفعاء فاغفرلھا (۹) اللھم اغفرلا حق اننا واخواننا واصلح ذات بیننا والف بین قلوبنا اللھم (ھذا عبدگ) فلان (ابن) فلان ولا نعلم الاخیرا وانت اعلم بہ منافغفرلنا ولہ (۱۰) اللھم ان فلان (ابن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القیر وعذاب النار و انت اھل الوفاء والحمد اللھم فاغفرللہ وارحمہ انک انت الغفور الرحیم (۱۱) اللھم اجرھا من الشیطن و عذاب القبر اللھم جاز الارض عن جنبیا وصعد روحھا و لقھا منک رضوانا (۱۲) اللھم انک خلقتنا وفحن عبادک انت ربنا والیک معادنا (۱۳) اللھم اغفرلا ولان واخرنا وحینا و میتنا وذکرنا و انثانا و صغیرنا و کبیرا وشاھدنا و غائبنا اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتقتنا بعدہ (۱۴) اللھم یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین یا حی یاقیوم یادیع السموات و الارض یا ذاالجلال والکرام انی اسئلک بانی اشھد انک انت اللہ الاحد الصمد الذی لم یلدو لم یولدو لم یکن لہ کفوا احد اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبییک محمد نبی الرحمۃ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم ان الکریم اذا امرا باسؤال لم بر دہ ابدا وقد امرتنا فدعونا واذنت لنا فشفعنا وانت اکرم الاکرمین فشفعنا فیہ وارحمہ فی وحدت وارحمہ فی حشبتہ وارحمہ فی غربتہ وارحمہ فی کربتہ واعظم لہ اجرہ ونور لہ قبرہ و بیض لہ وجھہ و بن دلہ مضجعہ وعطر لہ منزلہ واکرم لہ نزلہ یاخیر المنزلین ویاخیر الغافرین و یاخیر الراحمین امین امین امین صلی وسلم و بارک علی سید الشافعین محمد والہ وصحبہ اجمعین والحمد اللہ رب العالمین

**مذکورہ دعاؤں کا ترجمہ**

(۱) الٰہی بخش دے ہمارے زندے اور مردے اور حاضر اور غائب اور چھوٹے اور

بڑے اور مرد اور عورت کو الٰہی تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اسے زندہ رکھ اسلام پر اور جسے موت دے ہم میں سے اسے موت دے ایمان پر۔ الٰہی ہمیں اس میت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال (۲) الٰہی اس میت کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اسے ہر بلا سے بچا اور اسے معاف کر اور اسے عزت کی مہمانی دے اور اس کی قبر وسیع کر اور اسے دھو دے پانی اور برف اور اولوں سے اور اسے پاک کر دے گناہوں سے جیسے تو نے پاک کیا سپید کپڑا میل سے اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے اور اسے داخل فرما بہشت میں اور اسے پناہ دے قبر کے عذاب اور قبر کے سوال اور ۔ ۔ کے عذاب سے (۳) الٰہی یہ میت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تو۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے یہ اکیلا رہا دنیا اور دنیا کے لوگوں سے اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخش دے الٰہی ہمیں محروم نہ کر اس کے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد (۴) الٰہی یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچہ ہے نافذ اس میں حکم تیرا تو نے اسے پیدا کیا اس حال میں کہ نہ تھا کوئی چیز جس کا نام تک کوئی لیتا ہو یہ تیرے یہاں اترا ہے اور تو بہتر ہے ان سب سے جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اترے الٰہی اسے اس کی حجت سکھا دے اور اسے اس کے لیے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا دے اور اسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تو اس سے غنی ہے یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے پس اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطاکار تھا تو اسے بخش دے (۵) الٰہی تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ تیری رحمت کا محتاج ہے

اور تو اسے عذاب کرنے سے غنی ہے اگر نیک تھا تو اس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اس سے درگزر فرما (۶) الٰہی تیرا بندہ اور تیری باندی کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور تو اس کے حال کا زیادہ جاننے والا ہے ہم سے۔ اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخش دے اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور اس کے بعد فتنے میں نہ ڈال۔ (۷) تیرے اس بندے نے صبح کی، کہ الگ ہو آیا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لیے اور تیرا محتاج ہوا اور تو اس سے غنی ہے اور بے شک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) الٰہی اسے بخش دے اور اس سے درگزر فرما اور اسے ملا دے اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (۸) الٰہی تو اس جنازے کا پروردگار ہے اور تو نے اسے پیدا کیا اور تو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی اور تو نے اس کی جان قبض کی اور تو خوب جانتا ہے اس کا چھپا اور ظاہر حال۔ ہم حاضر ہوئے ہیں شفاعت کرنے کیلئے تو اسے بخش دے الٰہی بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور ہمارے درمیان اصلاح و صلح فرما اور ہمارے دلوں کو ایک دوسرے سے ملا دے۔ الٰہی یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تو اسے ہم سے زیادہ جانتا ہے تو ہمیں اور اسے بخش دے۔ (۱۰) الٰہی بے شک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوال نکیرین اور عذاب دوزخ سے کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے الٰہی تو اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان (۱۱) الٰہی اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے الٰہی دور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے اور آسمان پر لے جا اس کی روح کو اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر (۱۲) الٰہی بے شک تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تو ہمارا رب ہے اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے (۱۳) الٰہی بخش دے

ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور مرد و زن اور خورد وکلاں اور حاضر و غائب کو۔ الٰہی ہمیں محروم نہ کر اور اس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈال اس کے بعد
(۱۴) اے اللہ اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اے زندہ اے پائندہ اے نیا بنانے والے آسمانوں اور زمین کے اے بزرگی و عزت بخشنے والے۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا نہ کوئی اس کے جوڑ کا۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم الٰہی بے شک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو کبھی رد نہیں کرتا۔ اور بے شک تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دعا کی اور تو نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے تو ہماری شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرما اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں اور اس پر رحم کر اس کی گھبراہٹ میں اور اس پر رحم کر اس کی بے کسی میں اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں اور اسے بڑا ثواب دے اور اس کی قبر نورانی کر اور اس کا چہرہ پرنور کر اور اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کر اور اس کی جگہ معطر کر اور اسے عزت والی مہمانی دے اے سب میزبانوں سے بہتر اے سب بخشنے والوں سے بہتر اے سب مہربانوں سے بہتر قبول فرما قبول فرما قبول فرما درود اور سلام و برکات اتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور ان کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔

**فائدہ**

نویں دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نہ معلوم ہو اس کی جگہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کہے کہ سب آدمیوں کے باپ ہیں اور اگر خود میت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لفظ ھذا عبدک یا ھذہ امتک پر قناعت کرے فلاں ابن

فلاں یا بنت فلان کو چھوڑ دے اور دسویں میں اس کی جگہ عبدک هذا یا عورت ہو تو امتک هذا کہے۔

### فائدہ

میت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لانعلم الاخیرا کی جگہ تیرا یہ بندہ قد علمنا منه ها خیرا تیری یہ باندی کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے واللہ غفور رحیم۔

### فائدہ

ان دعاوں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے جسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں وقت جانے تو دعائے اول و دوم و سوم اور چہارم بالقول الثابت تک اور ہشتم سے دوازدہم تک پڑھے۔ انشاء اللہ یہی کافی و وافی ہے یہ نصف سے بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہاردہم بھی ملا لے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا۔ اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولیٰ ہے امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے۔ مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین آہستہ کہتے رہیں۔

## دفن کے بعد قبر پر تلقین کا طریقہ

حدیث میں ہے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یافلان بن فلانة کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے یا فلان بن یا بنت) فلانة وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے یا فلاں -بن یا بنت فلانة وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے

کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہے (اذکر ما خرجت) علیہ من الدنیا شزادة ان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ و رسولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک بضیت باللہ ربا و بالا سلام دینا و محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیا و بالقران امام نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا تو ہوا کی طرف نسبت کرے۔ راشد بن سعد و ضمرہ بن حبیب و حکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یا فلان قل لا الہ الا اللہ تین بار پھر کہا جائے قل ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس قدر اور زائد کرتا ہے واعلم ان ھذاین اللذین اتیاک و ایاتیانک انما ھد عبدان اللہ لا یضر ان ولا ینفعان الال باذان اللہ فلا تخف ولا تحزن واشھد ان ربک اللہ و دینک الاسلام و نبیک محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثبتنا اللعہ و ایاک یالقول الثابت فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة انہ ھو الغفور الرحیم ترجمہ کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے یہ تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے تو نہ ڈر اور نہ غم کر اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثابت رکھے ہمیں اللہ اور تجھ کو ٹھیک بات پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حدیث

تلقین کی تخریج و تقویت فقیر نے کتاب حیوۃ الومات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم و فصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایت و تنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی جس سے بحمد اللہ تعالیٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے وباللہ لتوفقی والحمدللہ رب العلمین وصلے اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ اجمعین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۶۴**

ازدلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ
اگر عورت مرجائے تو شوہر اس کے جنازے کو ہاتھ لگائے یا نہیں۔

**الجواب**

جنازے کو محض اجنبی آدمی ہاتھ لگاتے۔ کندھوں پر اٹھاتے، قبر تک لے جاتے ہیں شوہر نے کیا قصور کیا ہے یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط اور مشہور ہے ہاں شوہر کو اپنی زن مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں دیکھنے کی اجازت ہے کما نص علیہ فی التنویر والدروغیرھا اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ، اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۶۵**

زوجہ کا جنازہ شوہر کو چھونا کیسا ہے۔ چھونا چاہیے یا نہیں شوہر کو اپنی زوجہ کا منہ قبر میں رکھنے کے بعد دیکھنا کیسا ہے۔ چاہیے یا نہیں۔

## الجواب

شوہر کو بعد انتقال زوجہ قبر میں خواہ بیرون قبر اس کا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے۔ قبر میں اتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں ہاں بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے زوجہ کو جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اسے غسل بھی دینا جائز رہتا ہے یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ ۲۶

از چھاؤنی اشرف خاں ۳۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لے چلیں تو سرہانا آگے کریں یا پائنتی۔ ایک شخص کہتا ہے کہ پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص حرام و ناجائز کہتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

اس شخص نے محض غلط کہا۔ جنازہ لے چلنے میں سرہانے آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ فی المشی بالجنازۃ یقدم الراک کذا فی المضمر قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا۔ اگر سچا ہے تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے اگر نہ بتائے اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو خدا اور رسول پر افترا کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا۔ حکم دیا لیکن وہ چیزیں جن کا نہ خدا اور رسول نے حکم دیا نہ منع کیا وہ سب جائز ہیں انہیں حرام کہنے والا خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۹۹)

مسلمانوں کے لئے ایک انمول دستور العمل یعنے اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصایا شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ الذی والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰے وعلیٰ الہ وصحبہ وحزبہ وابنہ ید الدھر ابداً ابدا

بحیثیت اس کے یہ رسالہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے وصایا پر مشتمل ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مکتوب وصایا کے ساتھ بعض ان ملفوظ وصایا کو بھی جمع کروں جو زمانہ علالت میں وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے۔

یوں تو ان کی مجلس میں ہر بیٹھنے والا ہمیشہ نصائح کے انمول موتیوں سے دامن مراد بھر کر اٹھا مگر خوشخبری ہے اس کو جس نے ان نصائح کو گوش دل سے سنا اور ان پر عمل کیا' افسوس ہے کہ وہ جواہر زواہر اس درفشانی کے ساتھ ہی سلک تحریر میں نہ آسکے جو دو چار باتیں میرے خیال میں ہیں حوالہ قلم کرتا ہوں۔ اسی اثنا کے بعض ضروری حالات بھی اضافہ کروں گا

اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ ۱۴ محرم ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے واپس تشریف لائے مسلمانان بریلی نے بڑا شاندار استقبال کیا حضور والا کے تشریف لاتے ہی بریلی میں چہل پہل ہوگئی۔ بھوالی میں اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درد پہلو کا دورہ پڑ چکا تھا۔ اس سے ضعف شدید ہوگیا۔ دور دراز سے لوگ عیادت کو حاضر ہوتے رہے۔ باوجود نقاہت ان کی ہر مجلس عیادت تذکیر و نصائح کا ذخیرہ ہوتی' ان کی کبھی کوئی مجلس سرکار دو عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر شریف سے خالی نہ گئی۔ مگر اس دوران علالت میں بکثرت ذکر شاہ رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیتہ فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے احسن خاتمہ کی دعا فرماتے۔ تضرع و خشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رقاق ذکر فرماتے' خود اپنی نیز حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اکثر اوقات فرماتے کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا اس نے سب کچھ پالیا کبھی فرماتے اگر بخش دے اس کا فضل ہے نہ بخشے تو عدل ہے' عرس شریف میں قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا' یہ وعظ و نصیحت کی آخری صحبت تھی اور رشد و ارشاد کا پچھلا دور مولانا امجد علی صاحب نے کچھ وصایا شریف قلم بند کیے تھے جو خود حضور اقدس نے القا فرمائے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ کہیں کاغذات میں ایسے مل گئے کہ ان کا اب تک پتہ نہ چلا' روز عرس کچھ کلمات طیبات جو بطور وصایا ارشاد ہوئے۔ ان کی برکات سے حصہ لینے کے لئے گوش گزار ناظرین کئے جاتے ہیں۔

## ملفوظ وصایا

پیارے بھائیو! لا ادری ما بقائی فیکم مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں تین ہی وقت ہوتے ہیں' بچپن' جوانی' بڑھاپا' بچپن گیا' جوانی آئی' جوانی گئی' بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے' ایک موت ہی باقی ہے اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا ہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت میں دو وصیتیں آپ

لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں ایک تو اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اور دوسری خود میری، تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمھیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنھوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیڑیئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب العزۃ جل جلالہ، کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں، یہ نور ہم سے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا، اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی

حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کردے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمھیں کیا بتائے۔ اس لئے ان باتوں کو خوب سنو حجۃ اللہ قائم ہوچکی، اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لئے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے ظلمت و ہلاکت یہ تو خدا اور رسول کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں، اور دوسری میری وصیت ہے آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی میرے کام آپ لوگوں نے خود کئے مجھے نہ کرنے دیئے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے میں نے تمام اہلسنّت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کردیئے ہیں آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہے وہ سب معاف کردیں، اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں ان سے میری معافی کرالیں ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتوے نکلتے نوے ۹۰ برس سے زائد ہوگئے میرے دادا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا، جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ، العزیز کو چھوڑا۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا۔ پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمے کرلی غرضیکہ میں نے اپنی صغر سنی

میں کوئی بار ان پر نہ رہنے دیا۔ جب انھوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا اور اب میں تم تین کو چھوڑتا ہوں' تم ہو' ۱۔ مصطفیٰ رضا ہیں تمہارا بھائی حسنین ہے سب مل کے کام کروگے تو خدا کے فضل و کرم سے کر سکو گے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد اپنے پس ماندوں کے حق میں خدمت دین و ترقی علم کی دعا فرمائی ۲۔

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دہاڑیں مار مار کر روئے لوگوں کا اس روز کا بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا' کچھ اس روز ہی اپنی رحلت کی تصریح نہ فرمائی بلکہ اس کے بعد سے یوم الوصال تک متواتر خبریں اپنی وفات شریف کی دیں اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے میں نے تمام واقعات اپنی ان آنکھوں سے دیکھے ہیں میں یہ کہنے کے لئے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ جو تفرد اور امتیاز دور جدید کے علماء ظاہر میں رکھتے تھے وہی علو و برتری انھیں طبقہ اولیاء میں بھی حاصل تھی ان کثیر اخبار میں سے بعض کو حوالہ قلم کرتا ہوں

حاشیہ

---

۱۔ یہ خطاب خلف اکبر مخدومنا حضرت مولانا شاہ مولوی حامد رضا خاں صاحب سے ہے

۲۔ اے اللہ تو ان ناتواں ہاتھوں کی لاج رکھ لے جو ہمیشہ تیرے ہی آگے پھیلے ہیں

## اخبار ارتحال

رمضان شریف ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بھوالی تشریف رکھتے تھے
اور آپ کی منجھلی صاجزادی صاحبہ مرحومہ بغرض علاج نینی تال میں مقیم تھیں
یہ کم و بیش تین برس سے علیل تھیں اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی
جب نماز عید پڑھانے کے لیے نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاجزادی صاحبہ نے
اشتداد مرض کی کیفیت عرض کی سنا چلتے وقت فرمایا کہ میں انشاء اللہ تمہارا داغ
نہ دیکھوں گا حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھیں اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷
ہی روز زندہ رہیں ۲۳ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ انا للّٰہ
وانا الیہ راجعون

وصال شریف سے دو روز قبل چہار شنبہ کو بڑی شدت سے لرزہ ہوا
جناب بھائی حکیم حسنین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی بھائی صاحب قبلہ کو
نبض نہ ملی دریافت فرمایا نبض کی کیا حالت ہے انھوں نے گھبراہٹ اور پریشانی
میں عرض کیا ضعف کے سبب سے نہیں ملتی اس پر دریافت فرمایا آج کیا دن
ہے لوگوں نے عرض کیا چہار شنبہ ہے ارشاد فرمایا جمعہ اے پرسوں ہے یہ فرما کر

**حاشیہ**

---

اے بھوالی تشریف لیجانے کا نکتہ یہ ہے کہ فرائض العیہ کی عظمت اعلیٰ حضرت کا
قلب ایسی محسوس کرتا تھا جو اولیاء کاملین کا مخصوص حصہ ہے گونا گوں امراض اور

دیر تک حسبنا اللہ نعم الوکیل پڑھتے رہے شب پنج شنبہ میں اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا انشاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے تم سب سو رہو

وصال کے روز ارشاد فرمایا پچھلے جمعہ میں کرسی ا؎ پر جانا ہوا آج چارپائی پر جانا ہو گا پھر فرمایا میری وجہ سے نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا

عالی جناب چوہدری عبدالحمید خاں صاحب رئیس ساور مصنف کنز الآخرۃ (جو اعلیٰ حضرت قبلہ کے عقیدت کیش مخلص ہیں) وصال شریف سے کچھ قبل ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا

## بقایا حاشیہ

---

فراواں ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں۔ اس لئے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے تو روزہ رکھنے کے لئے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہو گیا۔

میں اس وقت حاضر تھا کہنے والے نے میرے دل میں فوراً" کہہ دیا کہ امام اہلسنت جمعہ کے بعد ہم میں رہنے والے نہیں۔

ا؎ جب سے حضور والا کو ضعف لاحق ہوا اور چلنے سے معذوری ہوئی۔ کرسی پر پنج گانہ نماز کو تشریف لاتے رہے اور تمام فرائض باجماعت ہی ادا فرماتے رہے اس مرتبہ بھوالی سے واپسی پر بے انتہا ضعف لاحق ہوا تو صرف جمعہ ہی باجماعت ادا فرمایا کیے حتیٰ کہ جمعۃ الوصال سے پہلے والا جمعہ بھی باجماعت ادا فرمایا۔

کہ حکیم عابد علی صاحب کوثر سیتاپور کے ایک پرانے طبیب ہیں۔ صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں میرے خیال سے انہیں بلا لیا جائے۔ ارشاد فرمایا کہ انسان آخر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔ جمعہ کے روز کچھ تناول نہیں فرمایا۔ بھائی حکیم حسنین رضا خاں صاحب حاضر خدمت تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی ارشاد فرمایا۔ خیال ۲؎ رہے معدہ خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے اس پر بھی احتیاطاً" وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ جائیداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا۔ جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی۔ باقی اپنے ورثاء پر بحصص شرعی وقف علی الاولاد فرما دی پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا جو درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

حسبنا اللہ نعم الوکیل، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم،

حاشیہ

---

۲؎ وقت غسل نجاست خارج ہو جاتی ہے حضور والا نے اس کا پہلے سے اہتمام فرما لیا تھا۔ اس دن کچھ غذا نہ کھائی اور وصال سے کچھ قبل اسی لئے چوکی پر تشریف لے گئے۔

# مکتوبات وصایا

جو وصال شریف سے دو گھنٹہ ۱۷ منٹ پیشتر قلمبند کرائے اور آخر میں حمد و درود شریف و دستخط خود دست اقدس سے تحریر فرمائے

۱۔ شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے جنب یا حائض نہ آنے پائے۔ کتا مکان میں نہ آئے۔

۲۔ سورۃ یٰسین و سورۃ رعد باآواز بلند پڑھی جائیں کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر پڑھا جائے کوئی چلا کر بات نہ کرے۔ کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

۳۔ بعد قبض فوراً" نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں بسم اللہ وعلٰی ملتہ رسول اللہ کہہ کر، نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے۔
: ۔ ۔ ہی پڑھ کر سیدھے کر دیئے جائیں۔ پھر اصلا" کوئی نہ روئے۔
وقت نزع میرے اور اپنے لئے دعائے خیر مانگتے رہو۔ کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

۴۔ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔ حامد رضا خاں وہ دعائیں (یہ دعائیں آخر میں درج کر دی گئی ہیں) کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

۵۔ جنازہ میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ ہو۔ جنازہ کے آگے اگر پڑھیں تو ــــــ

تم پر اے کروڑوں درود اور ذریعہ قادریہ۔

۶۔ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے۔ یونہی قبر پر۔

۷۔ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔ دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں۔ پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگا دیں۔

۸۔ جب تک قبر تیار ہو سبحن اللہ والحمد للہ والا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم ثبت عبیدک ھذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے رہیں۔ اناج قبر پر نہ لے جائیں یہیں تقسیم کر دیں وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی۔

۹۔ بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون پائنتی امن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار بہ آواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں پھر سب واپس آئیں اور ملقن میرے مواجہ میں کھڑے ہو کر ۳ بار تلقین کریں۔ پیچھے ہٹ ہٹ کر پھر اعزا احبا چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہ میں درود شریف ایسی آواز میں پڑھتے رہیں کہ میں سنوں پھر مجھے ارحم الرحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں اور اگر تکلیف گوارا ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو

## حاشیہ

---

اے یہ دونوں نظمیں خود حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ کی ہیں اور پہلی حدائق بخشش (حصہ دوم) میں طبع ہوئی ہے جس میں حضور پر نور کا تازہ کلام جمع کر کے حال ہی میں شائع کیا گیا ہے۔

عزیز یا دوست مواجہ میں قرآن مجید و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان سے دل لگ جائے۔

جس وقت سے وصال فرمایا اس وقت سے غسل شریف تک گھر میں قرآن عظیم با آواز پڑھا گیا۔ پھر تین شبانہ روز مواجہ شریف میں مسلسل تلاوت قرآن عظیم جاری رہی۔

۱۰۔ کفن پر کوئی دو شالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو۔ کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

۱۱۔ فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے ا۔ صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ۔ نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو

۱۲۔ اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری کا شامی کباب' پراٹھے اور بالائی' فیرنی' ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم' گوشت بھری کچوریاں' سیب کا پانی' انار

## حاشیہ

---

ا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ ان ابرار میں سے تھے جو آیتہ کریمہ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم کے مصداق ہیں حضور والا کو مدت العمر غربا سے محبت رہی ان کی امداد و اعانت فرماتے رہے اور وقت وصال بھی انہیں کا خیال ہے کہ اپنے مرغوب کھانے انھیں پہنچتے

کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف ا؎، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو، یا مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو ۲؎۔

۱۳۔ ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل یہ شرعی مسئلہ سے کہتا ہوں نہ رو و رعایت سے ان کی غلط فہمی ہے ان پر ان کی اطاعت و محبت واجب ہے اور ان پر ان سے محبت و شفقت لازم جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہو گی۔

۱۴۔ رضا حسین حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت

نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب (عقیدہ) جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے ۳؎۔ اللہ توفیق دے۔ والسلام ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ مبارکہ ۲ بجکر ۲۱ منٹ پر یہ وقتی وصال قلم بند ہوئے۔

دستخط فقیر احمد رضا بقلم خود بحالت صحت حواس واللہ شہید ولہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ شفیع المذنبین و آلہ الطیبین و صحبہ المکرمین وابنہ و حزبہ الی ابد الابدین امین و الحمد للہ رب العالمین۔

حاشیہ

---

ا؎ دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا۔ چھوٹے مولانا نے عرض کیا اسے تو حضور پہلے لکھا

فقط


مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

مفتی غلام سرور قادری

خادم العلم دار العلوم

جامعہ رضویہ سنٹرل کمرشل مارکیٹ

ماڈل ٹاؤن لاہور


## بقایا حاشیہ

---

چکے ہیں فرمایا پھر لکھو انشاء اللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب بوقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔

۲۔ ان چیزوں کی فرمائش بغرض ایصال ثواب اور زیادہ اجر و ثواب کے حصول کی بناء پر تھی تاکہ غریبوں کو یہ عمدہ چیزیں کھانے کو ملیں اور وہ خوش ہوں تو ثواب میں اضافہ ہو یہ غریبوں کی کمال خاطر داری کا جذبہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ غلام سرور قادری

۳۔ کیونکہ عقیدہ کا تحفظ اور ایمان کو بچانا سب سے بڑی ضرورت ہے اور سب سے بڑا فرض ہے اعلیٰ حضرت عقیدہ بحمدہ تعالیٰ وھی ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے اور عقیدہ کا صحیح ہونا ہی ذریعہ نجات ہے۔ غلام سرور قادری